دفاع یزید میں سنابلی صاحب کی بیان کردہ روایات کا جائزہ...

سابقہ مضمون میں ہمنے محدثین کے کلام سے واضح کیا کہ سنابلی صاحب کے مؤقف میں انکیساتھ صرف انکے خیالات و قیاسات ہی کھڑے ہیں.اسلامی تاریخ میں محدثین کا نظریہ بالکل واضح ہے. کہ نہ یزید کسی مومن کی محبت کا اھل ہے اور نہ روایت قبول کرنے کے قابل ہے.بلکہ اسکے کفر میں اگر اختلاف ہے تو فسق پر اتفاق ہے اسکا نام لیکر لعنت کرنے میں اگر اختلاف ہے تو اس کا نام لیئے بغیر اس پر لعنت کرنے میں اتفاق ہے..

اب اس مضمون میں ہم ذکر کرینگے کہ سنابلی صاحب نے روایات و اسناد پر بھی گفتگو کی ہے تو کوئی یہ تصور نہ کرے کہ اگر محدثین سنابلی صاحب کے مؤقف سے اتفاق نھیں کرتے تو کیا ہوا سنابلی صاحب کا مؤقف صحیح الاسناد روایات سے ماخوذ ہے.ہم انشاءاللہ اس مضمون میں وضاحت و صراحت کرینگے کہ روایاتِ اسلامی کیساتھ کسطرح سنابلی صاحب نے مسخرہ کیا ہے. کسطرح انھوں نے روایات کو اپنے وہم و قیاس کے پیرائے میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے.. کسطرح امکان سے ابتدا کرکے یقین میں اپنی بات کو تبدیل کیا ہے.

حدیثِ قسطنطنیہ... اس حدیث کو سنابلی صاحب نے اپنی کتاب کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے اور پھر کتاب میں اسی حدیث کے تحت بحث کی ہے کہ یزید بھشتی ہے اور رسالتمآب (ص) کی پیشنگوئی کیمطابق وہ مومن ثابت ہو گیا ہے...

اصول... ہم اس حدیث پر گفتگو سے پہلے سنابلی صاحب کی ہی کتاب دو اصول متعارف کرواتے ہیں کہ جن اصولوں کو ثابت کرکے سنابلی صاحب نے وہ روایات کو ناقابلِ قبول قرار دیا...امید ہے سنابلی صاحب ان اصولوں پر قائم رہینگے...

1. شاز... ایک روایت جب کئی طرق سے ہم تک پہنچتی ہے.تو اس کے کسی ایک طرق میں ایسے الفاظ موجود ہوتے ہیں.جو باقی تمام طرق سے جدا ہوتے ہیں.تو یہ الفاظ شاز ہوتے ہیں.اور سنابلی صاحب نے اسی امِ حرام کی روایت کے ایسے ہی الفاظ جو کہ دیگر طرق سے مختلف تھے انھیں شاز قرار دیکر مردود یعنی ناقابلِ قبول کہا..((امام حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں شاز وہ ہے کہ جسے کوئی ثقہ بیان کرے لیکن اسکا متابع کوئی نہ ہو ..اختصار علوم الحدیث امام ابنِ کثیر ترجمہ تحقیق و حواشی حافظ زبیر علی زئی صفحہ **45**))

2. اضافتِ ثقہ... جب ایک طرق میں دیگر تمام طرق سے جدا الفاظ آتے ہیں تو یہ روایت اگرچہ صحیح السند ہوتی ہے.لیکن اس کے راویان کا تقابل دیگر طرق کے راویان

سے کیا جاتاہے.اور اگر اضافت والے طرق میں راوی متکلم فیہ ہو.یعنی ثقہ ہی ہو لیکن اس پر کبھی کوئی جرح بھی نقل ہوئی ہو.تو پھر اسکے اضافی الفاظ تسلیم نھیں کیئے جائینگے ان طرق کے مقابلے میں کہ جسکے راویان متکلم فیہ نھیں ہیں یعنی ان پر کبھی کوئی جرح نقل نھیں ہوئی وہ اس سے زیادہ ثقہ و مضبوط ہیں. تو اب یہ اضافت ناقابلِ قبول ہو گی...

یھاں مینے خاص علمی اصطلاحات کا استعمال نھیں کیا.صرف عامی کو سمجھانے کیلیئے آسان الفاظ میں وہ سب کچھ لکھا کہ جسے بیان کرکے سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں استدلال کیاہے...((ہم ان دونوں اصولوں کے اسکین پیپرز انشاءاللہ لگا دینگے تا کہ سنابلی صاحب کے الفاظ و استدلال کو پڑھا جاسکے)).....

صحیح بخاری میں حدیثِ قسطنطنیہ.... اب اس حدیث پر آتے ہیں جسکو سنابلی صاحب نے اساس قرار دیا...یہ حدیث بخاری شریف میں **7** مقامات پر آئی ہے..

1..روایت نمبر **2788**..راویان..عبد اللہ بن یوسف عن امام مالک عن اسحاق بن عبد اللہ عن انس بن مالک رض..

..2روایت نمبر **2799**.....**2800**..راویان..عبد اللہ بن یوسف عن لیث عن یحیٰ عن محمد بن یحیٰ بن حسان عن انس بن مالک رض..

..3روایت نمبر **2877**.....**2878**..راویان..عبد اللہ بن محمد عن معاویہ بن عمرو عن ابواسحاق عن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن عن انس بن مالک رض..

..4روایت نمبر **2894**.....**2895**..راویان.. ابو النعمان عن حماد بن زید عن یحیٰ بن سعید الانصاری عن محمد بن یحیٰ بن حبان عن انس بن مالک رض..

..5روایت نمبر **6282**.....**6283**..راویان..اسماعیل بن ابی اویس عن امام مالک عن اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رض..

..6روایت نمبر **7001**.....**7002**..راویان..عبد اللہ بن یوسف عن امام مالک عن اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ عن مالک بن انس رض..

..7 راویان ..اسحاق بن یزید عن یحیٰ بن حمزہ عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن عمیر بن اسود ..((یہ وہ روایت ہے جس سے سنابلی صاحب نے استدلال کیا))...

ان تمام طرق میں سے چھ حضرت انس بن مالک رض سے مروی ہیں اور ایک طرق جدا ہے. اسمیں انس بن مالک نھیں ہیں..اور صرف اسی ایک روایت میں اوجبوا اور مغفور لھم

جیسی بشارات کا ذکر ہے..ہم سنابلی صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ سوائے بخاری کی اس ایک طرق کے کتبِ ستہ سے اوجبوا اور مغفور لہم کے الفاظ دکھا دیں ..

محدثِ جلیل امام ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں.... اس امِ حرام کے واقعہ سے متعلق جتنی بھی روائتیں مزکور ہیں.انمیں سے جو روایت حضرت انس بن مالک رض کے واسطہ سے نقل ہوئی. وہ بالکل محفوظ ہے اور جمھور کی روایات بھی اسی سے اتفاق کرتی ہیں.حضرت انس بن مالک رض کی روایت کے علاوہ جو بات دیگر روایت میں موجود ہے وہ شاذ ہے....

سنابلی صاحب ہماری صراحت و امام ابنِ حجر عسقلانی کے قول سے اس روایت کے الفاظ شاذ ہیں اور آپکے اصول کیمطابق شاذ مردود یعنی ناقابلِ قبول ہے..تو ایسی ناقابلِ قبول روایت کو آپنے اپنی کتاب کی اساس کیسے بنا دیا.....

راویان... سنابلی صاحب کی پیش کردہ روایت کے راویان کے بارے میں محدثین کی رائے جانتے ہیں..اگر یہ راویان متکلم فیہ ہوئے تو پھر انکی اضافت ان روایات کے مقابلے میں قبول نھیں ہوگی جن روایات کے راویان متکلم فیہ نھیں ہیں..اور اسی اصول کے تحت سنابلی صاحب نے ایک روایت کو اپنی کتاب میں ضعیف کہا ہے..

اسحاق بن ابراھیم بن یزید..ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ ہمنے اسکا زمانہ پایا ہے لیکن اس سے روایت نھیں لیتے..اوزاعی نے انھیں ضعفا میں زکر کیا ہے.اور ابنِ عدی ان سے بیس روایات نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ سب غیر محفوظ ہیں...

ثور بن یزید الکلاعی... امام ذھبی نے تحریر کیا ہے کہ انکے قدری ہونے کی بنا پر انھیں شہر بدر بھی کیا گیا اور محدثین نے انکے سینگوں سے بچنے کی تاکید بھی کی ہے..اور امام ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی و ابنِ مبارک ان سے روایات لینے سے منع کرتے تھے..اور امام مالک نے ان کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کیا..یحی بن معین فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں بیٹھتے تھے جو علی علیہ السلام سے بیزار تھے.اور امام ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ جب ان کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کا زکر ہوتا تو یہ کہا کرتے تھے بھلا میں ایسے شخص سے محبت کر سکتا ہوں جو میرے اجداد کا قاتل ہو..اور یہ ناصبی تھے....

تو سنابلی صاحب کی بیان کردہ روایت کے سارے راوی شامی ہیں.اور انمیں بھی ثور بن یزید جیسا شخص راوی ہے جو علی علیہ السلام سے بغض رکھتا تھا ناصبی تھا اور اس وقت کے امام اسکی مجلس میں جانے سے اور اس سے روایت لینے سے بھی منع فرماتے تھے...

ایسے متکلم فیہ ثقہ راویان کی زیادت سنابلی صاحب کے نزدیک قابلِ قبول نھیں جو ان روایات کے مقابلے میں ہو جسکے راویان متکلم فیہ نھیں ہیں..اور امام ابنِ حجر عسقلانی کے قول کیمطانق یہ روایت شاذ ہے لہذا سنابلی صاحب کیلیئے شاز مردود ہے....

مختصر...سنابلی صاحب نے جن دو اصولوں سے دو روایات کو ضعیف قرار دیا انھی دو اصولوں سے یہ روایت قابلِ احتجاج نھیں ہے...اور اگر سنابلی صاحب ثقہ کی زیادت کو علی الاطلاق قبول کرکے رجوع کر لیں تو پھر سنابلی صاحب کی ضعیف کردہ روایت صحیح ہو جائیگی..جسمیں نبی(ص)نے فرمایا جو شخص سب سے پھلے میری سنت کو بدلیگا وہ یزید ہو گا...اور اگر وہ روایت صحیح ہو گئی کہ جس پر حافظ زبیر علی زئی نے ایک مضمون اسکے صحیح ہونے پر لکھا ہے تو پھر یزید قسطنطنیہ کے عموم میں شامل ہو کر اس حدیث کی بنا پر اس بشارت سے خارج قرار پائیگا نہ کوئی مغفرت کی بشارت اور نہ بھشت کی نوید اسکو فائدہ دیگی...اب سنابلی صاحب کی مرضی ہے..یا اصول پر قائم رہیں اور اس روایت کو بھی ضعیف قرار دیں...جیسا ہمنے ثابت کیا...یا پھر اپنے قول سے رجوع کرکے اس روایت کو صحیح کہیں اور ساتھ ہی وہ حدیث بھی صحیح مانیں جسمیں یزید کو سنت بدلنے والا قرار دیا گیا ہے....اور نتیجتاً یزید کو دین سے منحرف قرار دیں.....

ہدایت تو بس اللہ کے اختیار میں ہے...

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ

پر الزامات کا تحقیقی جائزہ

تقدیم: فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

تالیف: فضیلۃ الشیخ ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ

دار السنۃ
للتحقیق والطباعۃ والنشر

قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور مغفرت کی بشارت:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶) نے کہا:

"حدثني إسحاق بن يزيد الدمشقي، حدثنا يحيىٰ بن حمزة، قال: حدثني ثور بن يزيد، عن خالد بن معدان، أن عمير بن الأسود العنسي، حدثه ـ أنه أتىٰ عبادة بن الصامت وهو نازل في ساحة حمص وهو في بناء له، ومعه أم حرام، قال عمير: فحدثتنا أم حرام: أنها سمعت النبي ﷺ، يقول:

① دیکھیں: منهاج السنة النبوية (۸/ ۲۳۸) ② دیکھیں: فتح الباري لابن حجر (۱۳/ ۲۱۲)
③ دیکھیں: شرح الفقه الأكبر: ص (۲۰۶)

أول جيش من أمتي يغزون البحر قد أوجبوا، قالت أم حرام: قلت: يا رسول الله أنا فيهم؟ قال: أنتِ فيهم، ثم قال النبي ﷺ: أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم، فقلت: أنا فيهم يا رسول الله؟ قال: لا"[1]

"عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحلِ حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) اُم حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت) واجب کر لی۔ اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا، وہ سب کے سب مغفور (بخشے ہوئے) ہوں گے۔ میں نے کہا: میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔"

صحیح بخاری کی اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے لشکر کشی کرنے والے سب مغفور (بخشے ہوئے) یعنی جنتی ہوں گے اور اس پہلے حملے کے امیر یزید تھے، یہ بھی صحیح بخاری ہی میں ہے، ملاحظہ ہو:

"قال محمود بن الربيع: فحدثتها قوما فيهم أبو أيوب صاحب رسول الله ﷺ في غزوته التي توفي فيها، ويزيد بن معاوية عليهم بأرض الروم"[2]

"محمود بن ربیع نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جگہ میں بیان کی، جس میں آنحضرت ﷺ کے مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اُم سلیم کا نام رمیصاء بتلایا تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا:

"وقال بن عبد البر: الغميصاء والرميصاء هي أم سليم، ويرده ما أخرج أبو داود بسند صحيح عن عطاء بن يسار عن الرميصاء أخت أم سليم"[1]

"ابن عبدالبر نے کہا کہ غمیصاء اور رمیصاء یہ اُم سلیم ہیں، لیکن اس کی تردید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ابو داود نے صحیح سند سے عطاء بن یسار کے طریق سے نقل کیا ہے اور وہ رمیصاء یعنی اُم سلیم کی بہن سے روایت کرتے ہیں۔"

الغرض یہ روایت بھی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ معمر کی بیان کردہ یہ حدیث بھی اُم حرام ہی کی حدیث ہے، لہٰذا اگر اُم حرام کی معروف ومشہور حدیث کے خلاف اس میں کوئی بات ملے گی تو وہ شاذ ہوکر مردود قرار پائے گی۔

ہ: عطاء بن یسار والی روایت کے بعض طرق میں اُم حرام نام کی مکمل صراحت ہے، جیسا کہ امام دارقطنی نے کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی یہی بات کہی ہے۔ کما سیأتی۔ اس کے خلاف اس کے کسی ایک بھی طریق میں اُم حرام کے علاوہ کسی اور خاتون کا نام ذکر نہیں ہے۔

ہ: قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ اس روایت میں مذکور صحابیہ خاتون اللہ کے نبی ﷺ کو سوتے اور اٹھتے دیکھ رہی ہیں۔ نیز سنن ابو داود میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"وكانت تغسل رأسها فاستيقظ، وهو يضحك، فقالت: يا رسول الله، أتضحك من رأسي؟"[2]

"یعنی یہ عورت اپنا سر دھو رہیں تھیں، اسی دوران میں اللہ کے نبی مکرم ﷺ جاگ گئے تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ میرے سر پر ہنس رہے ہیں؟"

یہ پورا سیاق بتلاتا ہے کہ اس صحابیہ کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ محرم جیسا تھا اور ایسا ہی معاملہ اُم حرام والی حدیث میں بھی ہے اور اس کی تشریح میں بعض اہلِ علم نے یہی کہا ہے کہ اُم حرام

---

[1] فتح الباري لابن حجر (١١/ ٧٢)

[2] سنن أبي داود (٣/ ٧) رقم الحديث (٢٤٩٢)

عبد الوھاب ثقہ متکلم فیہ ہے۔لہذا اسکی اضافت قبول نھیں((سنابلی)).

ہم نے عبدالوہاب کو ضعیف ہرگز نہیں کہا، بلکہ متکلم فیہ کہا ہے اور یہ کہنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ عبدالوہاب کی ثقاہت بعض ان رواۃ کی ثقاہت سے کم تر ہے، جنھوں نے اس روایت کو منقطع بیان کیا ہے، کیوں کہ وہ ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ متکلم فیہ نہیں، بلکہ بالاتفاق ثقہ ہیں۔[2] الغرض ہم بھی عبدالوہاب کو ثقہ مانتے ہیں، لیکن چونکہ یہ متکلم فیہ ہیں، ان پر ضعف اور اختلاط سے متعلق جرح ہوئی ہے، لہٰذا جب زیادتِ ثقہ کے معاملے میں قرائن دیکھنے کی بات آئے گی تو ان کے متکلم فیہ ہونے کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

مثال کے طور پر ''یزید بن خصیفہ'' صحیح بخاری ومسلم کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں، لیکن موصوف نے عہدِ فاروقی میں رکعاتِ تراویح کی تعداد روایت کرتے ہوئے ایک دوسرے ثقہ ''محمد بن یوسف'' کی مخالفت کی ہے تو ایسے موقع پر ان پر کی گئی جرح کا حوالہ دیا جاتا ہے اور اس کے پیشِ نظر ان کی روایت کو ایسے ثقہ راوی کے بالمقابل رد کر دیا جاتا ہے جو متکلم فیہ نہیں ہیں، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے تحقیق پیش کی ہے۔تفصیل کے لیے ان کی کتاب ''صلاۃ التراویح'' دیکھیں۔ بلکہ خود محترم زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''قیامِ رمضان'' کے صفحہ (۶۳) پر عہدِ فاروقی میں تراویح سے متعلق حکمِ فاروقی سے متعلق روایات کا جو جدول پیش کیا ہے، اس میں محمد بن یوسف کو ثقہ بالاجماع لکھا ہے اور

[1] تحقیقی مقالات (۳/ ۱۳۹)

[2] اسی کتاب کا صفحہ (۱۳۸۔ ۱۳۹) دیکھیں۔

یزید بن خصیفہ کو ثقہ مختلف فیہ لکھا ہے۔

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ جب دونوں ثقہ ہیں تو یزید بن خصیفہ کے بارے میں اختلاف کو پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ظاہر ہے کہ اسی بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ثقہ مختلف فیہ نے ایسے راوی کے خلاف روایت بیان کی ہے جو بالاتفاق ثقہ ہے۔ نیز موصوف نے اسی کتاب کے صفحہ (۷۷) پر صحیح بخاری کے راوی علی بن الجعد کو ثقہ علی الراجح کہنے کے باوجود بھی اس پر جرح نقل کی ہے۔

عرض ہے کہ ہم نے بھی عبدالوہاب ثقفی کو ثقہ ہی مانا ہے، لیکن ترجیح کے وقت ان کے متکلم فیہ ہونے کی بات کہی ہے، کیوں کہ انھوں نے جن لوگوں کے خلاف روایت بیان کی ہے، ان میں صحیح بخاری ومسلم اور سنن اربعہ کے راوی معاذ بن معاذ عنبری بھی ہیں، جو زبردست ثقہ اور متقن ہیں۔

فتح الباري

بشرح صحيح الإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري

بِرِوَايَةِ أَبِي ذَرٍّ الهَرَوِيِّ
عَنْ مَشَايِخِهِ الثَّلَاثَةِ السَّرَخْسِيِّ وَالمُسْتَمْلِي وَالكُشْمِيْهَنِي

للإمام الحافظ
أحمد بن علي بن حجر
العسقلاني
(٧٧٣ - ٨٥٢ هـ)

الجزء الحادي عشر

تقديم وتحقيق وتعليق
عبد القادر شيبة الحمد
عضو هيئة التدريس بقسم الدراسات العليا
بالجامعة الإسلامية سابقاً
والمدرس بالمسجد النبوي الشريف

طبع على نفقة
صاحب السمو الملكي الأمير سلطان بن عبد العزيز آل سعود
النائب الثاني لرئيس مجلس الوزراء ووزير الدفاع والطيران والمفتش العام
جعله الله في موازين حسناته وأمده بعونه

Copyrighted material

انس بن مالک رض کے علاوہ باقی طرق شاذ ہیں..

الهواء وسائر مقابلاته إليه ، وقال غيره : إن الذي يقابله السماء ، وقد أطلقوا عليها الخضراء لحديث « ما أظلت الخضراء ولا أقلت الغبراء » والعرب تطلق الأخضر على كل لون ليس بأبيض ولا أحمر ، قال الشاعر :

وأنا الأخضر من يعرفني أخضر الجلدة من نسل العرب

يعني أنه ليس بأحمر كالعجم ، والأحمر يطلقونه على كل من ليس بعربي . ومنه « بعثت إلى الأسود والأحمر » .

قوله (ملوكا على الأسرة) كذا للأكثر ، ولابي ذر « ملوك » بالرفع .

قوله (أو قال مثل الملوك على الأسرة يشك إسحق) يعني راويه عن أنس ، ووقع في رواية الليث وحماد المشار إليهما قبل « كالملوك على الأسرة » من غير شك ، وفي رواية أبي طوالة « مثل الملوك على الأسرة » بغير شك ، أيضاً ، ولأحمد من طريقه « مثلهم كمثل الملوك على الأسرة » وهذا الشك من إسحق وهو ابن عبد الله بن أبي طلحة يشعر بأنه كان يحافظ على تأدية الحديث بلفظه ولا يتوسع في تأديته بالمعنى كما توسع غيره كما وقع لهم في هذا الحديث في عدة مواضع تظهر مما سقته وأسوقه ، قال ابن عبد البر ، أراد والله أعلم أنه رأى الغزاة في البحر من أمته ملوكا على الأسرة في الجنة ، ورؤياه وحي ، وقد قال الله تعالى في صفة أهل الجنة ﴿ على سرر متقابلين ﴾ وقال ﴿ على الأرائك متكئون ﴾ والأرائك السرر في الحجال . وقال عياض : هذا محتمل ، ويحتمل أيضا أن يكون خبرا عن حالهم في الغزو من سعة أحوالهم وقوام أمرهم وكثرة عددهم وجودة عددهم فكأنهم الملوك على الأسرة . قلت : وفي هذا الاحتمال بعد ، والأول أظهر لكن الإتيان بالتمثيل في معظم طرقه يدل على أنه رأى ما يؤول إليه أمرهم لا أنهم نالوا ذلك في تلك الحالة ، أو موقع التشبيه أنهم فيما هم من النعيم الذي أثيبوا به على جهادهم مثل ملوك الدنيا على أسرتهم ، والتشبيه بالمحسوسات أبلغ في نفس السامع .

قوله (فقلت ادع الله أن يجعلني منهم ، فدعا) تقدم في أوائل الجهاد بلفظ « فدعا لها » ومثله في رواية الليث ، وفي رواية أبي طوالة « فقال اللهم اجعلها منهم » ووقع في رواية حماد بن زيد « فقال أنت منهم » ولمسلم من هذا الوجه « فإنك منهم » وفي رواية عمير بن الأسود « فقلت : يارسول الله أنا منهم ؟ قال أنت منهم » ويجمع بأنه دعا لها فأجيب فأخبرها جازما بذلك .

قوله (ثم وضع رأسه فنام) في رواية الليث « ثم قام ثانية ففعل مثلها ، فقالت مثل قولها فأجابها مثلها » وفي رواية حماد بن زيد « فقال ذلك مرتين أو ثلاثة » وكذا في رواية أبي طوالة عند أبي عوانة من طريق الدراوردي عنه ، وله من طريق إسماعيل بن جعفر عنه « ففعل مثل ذلك مرتين أخريين » وكل ذلك شاذ والمحفوظ من طريق أنس ما اتفقت عليه روايات الجمهور أن ذلك كان مرتين مرة بعد مرة وأنه قال لها في الأولى « أنت منهم » وفي الثانية « لست منهم » ويؤيده ما في رواية عمير بن الأسود حيث قال في الأولى « يغزون هذا البحر » وفي الثانية « يغزون مدينة قيصر » .

قوله (أنت من الأولين) زاد في رواية الدراوردي عن أبي طوالة « ولست من الآخرين » وفي رواية عمير بن الأسود في الثانية « فقلت يارسول الله أنا منهم ؟ قال لا » . قلت : وظاهر قوله فقال مثلها أن الفرقة الثانية يركبون البحر أيضا ولكن رواية عمير بن الأسود تدل على أن الثانية إنما غزت في البر لقوله « يغزون مدينة قيصر » وقد حكى ابن التين أن الثانية وردت في غزاة البر وأقره ، وعلى هذا يحتاج إلى حملة المثلية في الخبر على معظم

Copyrighted material

تهذيب التهذيب

تصنيف

الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر شهاب الدين العسقلاني الشافعي
ولد سنة ٧٧٣هـ - توفي سنة ٨٥٢ هـ

باعتناء

إبراهيم الزيبق عادل مرشد
مكتب تحقيق التراث في مؤسسة الرسالة

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة

Copyrighted materi

اسحاق بن یزید پر جرح کے اقوال...

قال: وفي ذلك يقول الشاعر:

يا هَدَّةً ما هُدِدْنا ليلةَ الأَحَدِ
في نِصْفِ شعبان لا تُنسى مَدَى الأبدِ

وساق الدُّولابي نسبه إلى حَنْظلة بن مالك بن زيد مَناة بن تميم فقال: إسحاق بن إبراهيم بن مَخْلَد بن إبراهيم بن عبدالله بن بَكر بن عبيدالله بن غالب بن عبدالوارث بن عبدالله بن عَطية بن مُرّة بن كعب بن هَمّام بن أسد بن مُرّة بن عمرو بن حنظلة.

وقال ابن حِبّان في «الثقات»: كان إسحاق من سادات أهل زمانه فقهاً وعلماً وحفظاً، وصنّف الكتب، وفرّع على السنن، وذَبَّ عنها، وقمع مَنْ خالفها، وقبره مشهور يزار.

وأورد الذهبي في «الميزان» حديث إسحاق عن شَبَابة، عن الليث، عن عُقيل، عن ابن شهاب، عن أنس: كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا كان في سَفَرٍ فزالتِ الشمسُ صلّى الظهرَ والعصر، ثم ارتحل. وقال: رواه مسلم عن عمرو الناقد عن شَبَابة، ولفظه: إذا كان في سفرٍ وأراد الجمع أخّر الظهرَ حتى يدخل أولُ وقت العَصْر، ثم يجمع بينهما.

تابعه الزُّعْفراني عن شَبَابة إلى أن قال: ولا ريب أن إسحاق كان يُحدِّث الناس من حفظه، فلعلّه اشتبه عليه، والله أعلم.

خ - إسحاق بن إبراهيم بن نَصْر البخاري، أبو إبراهيم المعروف بالسَّعْدي.

روى عن: أبي أُسامة، وعبد الرَّزّاق، وغيرهم.

وعنه: البخاري، وربما نَسَبه إلى جَدِّه.

قال أبو القاسم اللّالكائي: توفي يوم الجمعة غُرّة شهر ربيع الآخر سنة (٢٤٢).

قلت: ذكره ابن حِبّان في «الثقات»، وقال: كان قديم الموت.

وبخط الذّهبي أنه يقال له أيضاً السُّغْدي، بضمٍ ثم مُعْجَمة.

خ د س - إسحاق بن إبراهيم بن يزيد: أبو النَّضْر الدِّمَشْقي الفَرَاديسيُّ، مولى عمر بن عبدالعزيز.

روى عن: يحيى بن حمزة الحَضْرَمي، وأبي ضَمْرَة، وشُعيب بن إسحاق، وصَدَقة بن خالد، ومحمد بن شُعيب بن شابور، وغيرهم.

روى عنه: البخاري - وربما نَسَبه إلى جَدِّه - وأبو داود، ومحمد بن عَوْف، وأبو زُرْعة الدِّمَشْقي، وأبو عبدالملك أحمد بن إبراهيم البُسْري، ويزيد بن محمد بن عبدالصمد، وعثمان بن خُرّزاذ، وعبدالصّمد بن عبدالوهّاب الحِمصيُّ، وغيرهم.

قال أبو زُرْعة: كان من الثقات البُكّائين.

وقال أيضاً: كان أبو مُسْهِر يُوثِّقه.

وقال إسحاق بن سَيّار النَّصيبي، وأبو حاتم الرّازي، والدّارَقُطْني: ثِقةٌ.

وقال النَّسائي: ليس به بأس.

قال الفَسَوي، وأبو زرعة الدِّمشقي عنه: ولدتُ سنة (١٤١).

زاد الفَسَوي: توفي سنة (٢٢٧) في ربيع الأول.

قلت: قال ابن أبي حاتم: كتب عنه أبي، وسمعت أبا زرعة يقول: أدركناه، ولم نكتب عنه.

وقال أبو داود: ما رأيتُ بدمشق مثله، كان كثير البُكاء، كتبت عنه.

وروى له: الأزدي في «الضعفاء» حديثاً عن عمر بن المُغيرة، عن داود بن أبي هِنْد، عن عِكرمة، عن ابن عبّاس، رَفَعهُ: «الضرار في الوصية من الكبائر».

قال الأزدي: المحفوظ من قول ابن عباس لا يرفعه.

قلت: عمر ضعيف جداً، فالحمل فيه عليه، وقد رواه الثّوري وغيره عن داود موقوفاً.

وذكره ابن حِبّان في «الثقات» وقال: ربما خالف.

وأورد له ابنُ عدي في «الكامل» عن ابن أبي حازم، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة مرفوعاً «الأعمال بالخواتيم».

قال ابن عدي: وهذا غير محفوظ عن هشام.

قال: له عن يزيد بن ربيعة، عن أبي الأشعث، عن ثوبان مرفوعاً مقدار عشرين حديثاً، كلها غير محفوظة، وله أحاديث صالحة. انتهى.

Copyrighted materi

۱۴۰۸-(صح) ثور بن یزید (خ،عو) کلاعی ابوخالد حمصی

یہ حفاظِ حدیث میں سے ایک ہیں۔

انہوں نے خالد بن معدان، عطاء اور ایک گروہ سے روایات نقل کی ہیں۔

ان سے یحییٰ قطان، ابوعاصم اور دیگر کئی افراد نے روایات نقل کی ہیں۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جسے اس بارے میں شک ہو کہ یہ راوی قدریہ فرقے سے تعلق رکھتا ہے تاہم اس کی نقل کردہ احادیث درست ہیں۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے سفیان سے ثور سے روایات نقل کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولے تم اس سے روایات حاصل کرلو تاہم اس کے دو سینگوں سے بچ کر رہنا۔

ضمرہ نے ابن ابورواد کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے جب ان کے پاس کوئی ایسا شخص آتا جس نے شام جانا ہوتا تو وہ اس سے کہہ دیتے: وہاں ثور نامی ایک شخص ہے اس سے بچ کر رہنا کہیں وہ اپنے سینگوں کے ذریعے تمہیں مار نہ دے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثور قدریہ فرقے کے عقائد رکھتا تھا۔ حمص کے رہنے والوں نے اسے جلاوطن کر دیا تھا اور (اپنے علاقے) سے نکال دیا تھا۔

عبداللہ بن سالم کہتے ہیں: میں نے حمص والوں کو پایا کہ انہوں نے تقدیر سے متعلق ''ثور'' کے کلام کی وجہ سے اسے (اپنے علاقے) سے نکال دیا اور اس کا گھر جلا دیا۔

ولید کہتے ہیں: میں نے امام اوضاعی سے کہا ثور بن یزید نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے تو انہوں نے مجھے کہا: تم نے یہ کیا ہے۔

سلمہ کہتے ہیں: امام اوزاعی کی رائے ثور بن اسحاق اور زرعہ بن ابراہیم کے بارے میں خراب تھی۔

عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں: ثور سب سے زیادہ ''ثبت'' راوی ہے۔

ابن مدینی کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا اس کے بارے میں میرے ذہن میں ایسی کوئی الجھن نہیں ہے جس کی میں متابعت کروں یعنی ثور بن یزید کے بارے میں۔

وکیع کہتے ہیں: میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سب سے زیادہ عبادت گزار ''ثور بن یزید'' تھے۔

دحیم کہتے ہیں: ثور نامی راوی ''ثبت'' ہے۔

بقیہ نے ثور کا یہ قول نقل کیا ہے: میں نے خالد بن معدان کی طرف سے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو خط لکھا تھا۔

ثور کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہلکاروں کو خط میں یہ لکھا تھا کہ جب تم مجھے خط لکھو تو سب سے پہلے اپنے بارے میں بتاؤ۔

ثور نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

ان اطیب الکسب کسب التجار الذین اذا حدثوا لم یکذبوا، واذا ائتمنوا لم یخونوا، واذا وعدوا لم

www.besturdubooks.net

هدي الساري

مقدمة

فتح الباري

تأليف

الإمام شهاب الدين أبي الفضل أحمد بن علي بن محمد
ابن حجر العسقلاني
المتوفى سنة ٨٥٢ هـ

طبعة جديدة منقحة ومصححة عن الطبعة التي حققوا أصلها ورقم كتبها وأبوابها وأحاديثها

عبد العزيز بن عبد الله بن باز محمد فؤاد عبد الباقي

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKi
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohamad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

Copyrighted material

ثور بن یزید امام اوزاعی و ابنِ مبارک و امام مالک کی جرح اور وہ ناصبی تھا..

يرون القدر فقال كانوا لأن يخروا من السماء إلى الأرض أسهل عليهم من أن يكذبوا احتج به الجماعة.

(ع): ثور بن يزيد الحمصي أبو خالد اتفقوا على تثبته في الحديث مع قوله بالقدر قال دحيم ما رأيت أحداً يشك أنه قدري وقال يحيى القطان ما رأيت شامياً أثبت منه وكان الأوزاعي وابن المبارك وغيرهما ينهون عن الكتابة عنه وكان الثوري يقول خذوا عنه واتقوا لا ينطحكم بقرنيه يحذرهم من رأيه وقدم المدينة فنهى مالك عن مجالسته وكان يرمى بالنصب أيضاً وقال يحيى بن معين كان يجالس قوماً ينالون من علي لكنه هو كان لا يسب. قلت: احتج به الجماعة.

حرف الجيم

(ع): جرير بن حازم أبو النضر الأزدي البصري وثقه ابن معين وقدمه على أبي الأشهب وضعفه في قتادة خاصة وقال ابن مهدي هو أثبت من قرة بن خالد ووثقه العجلي والنسائي وقال أبو حاتم صدوق صالح وقال مهنأ بن يحيى قال أحمد بن حنبل كثير الغلط وقال الأثرم عن أحمد حدث بمصر أحاديث وهم فيها ولم يكن يحفظ وقال ابن سعد ثقة إلا أنه اختلط في آخر عمره. قلت: لكنه ما ضره اختلاطه لأن أحمد بن سنان قال: سمعت ابن مهدي يقول كان لجرير أولاد فلما أحسوا باختلاطه حجبوه فلم يسمع أحد منه في حال اختلاطه شيئاً واحتج به الجماعة وما أخرج له البخاري من روايته عن قتادة إلا أحاديث يسيرة توبع عليها.

(ع): جرير بن عبد الحميد بن قرط الضبي أبو عبد الله الرازي وكان منشؤه بالكوفة قال اللالكائي أجمعوا على ثقته وكذا قال الخليلي وقال أبو خيثمة لم يكن يدلس وروى الشاذكوني عنه ما يدل على التدليس لكن الشاذكوني فيه مقال وقال ابن سعد كان ثقة يرحل إليه وقال ابن معين وأحمد هو أثبت من شريك ووثقه العجلي والنسائي وأبو حاتم وقال يحتج بحديثه ونسبه قتيبة إلى التشيع المفرط وقال أحمد بن حنبل لم يكن بالذكي وقال البيهقي نسب في آخر عمره إلى سوء الحفظ ولم أر ذلك لغيره بل احتج به الجماعة.

(خ م ت س د): الجعد بن عبد الرحمن ويقال له الجعيد مدني من صغار التابعين وثقه ابن معين وغيره واحتج به الخمسة وشذ الأزدي فقال فيه نظر وتبع في ذلك الساجي لأنه ذكره في الضعفاء وقال لم يرو عنه مالك وهذا تضعيف مردود.

(ع): جعفر بن إياس أبو بشر بن أبي وحشية مشهور بكنيته من صغار التابعين وثقه ابن معين والعجلي وأبو زرعة وأبو حاتم والنسائي وكان شعبة يقول إنه لم يسمع من مجاهد ولا من حبيب بن سالم وقال أحمد كان شعبة يضعف أحاديثه عن حبيب بن سالم وقال البرديجي هو من أثبت الناس في سعيد بن جبير وقال ابن عدي أرجو أنه لا بأس به. قلت: احتج به الجماعة لكن لم يخرج له الشيخان من حديثه عن مجاهد ولا عن حبيب بن سالم.

حرف الحاء المهملة

(ع): حاتم بن إسماعيل المدني أبو إسماعيل الحريثي مولاهم وثقه ابن معين والعجلي وابن سعد وقال أحمد زعموا أنه كان فيه غفلة إلا أن كتابه صالح وقال النسائي ليس به بأس وقال مرة ليس بالقوي وتكلم علي بن المديني في أحاديثه عن جعفر بن محمد. قلت: احتج به الجماعة ولكن لم يكثر له البخاري ولا أخرج له من روايته عن جعفر شيئاً بل أخرج ما توبع عليه من روايته عن غير جعفر.

(ع): حبيب بن أبي ثابت الأسدي الكوفي متفق على الاحتجاج به إنما عابوا عليه التدليس وقال يحيى القطان له أحاديث عن عطاء لا يتابع عليها وقال ابن أبي مريم عن ابن معين ثقة حجة قيل له ثبت قال نعم إنما روى حديثين يعني منكرين حديث الاستحاضة وحديث القبلة. قلت: روى هذين الحديثين عن عروة عن عائشة أخرجهما أبو داود وابن ماجه فقيل إنه لم يسمع من عروة بن الزبير وقيل بل عروة شيخه فيهما عروة المزني لا ابن الزبير والله أعلم.

(ع): حبيب المعلم أبو محمد البصري وثقه أحمد وابن معين وأبو زرعة وقال النسائي ليس بالقوي. قلت: له

Copyrighted material

k-tab

تهذيب التهذيب

تصنيف

الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر شهاب الدين العسقلاني الشافعي

ولد سنة ٧٧٣هـ - توفي سنة ٨٥٢هـ

باعتناء

إبراهيم الزيبق عادل مرشد

مكتب تحقيق التراث في مؤسسة الرسالة

ثور بن یزید علی علیہ السلام کے بارے میں کہتا میں اس سے محبت کیسے کروں

للصائم وعنه ابنه قيل استشهد بتستر مع أبي موسى الأشعري قلت كانت تستر في خلافة عثمان فكيف يتأخر حتى يروي عن أبي هريرة وذكره بن حبان في الثقات فلم يقل السدوسي والذي أظنه أن ثورا هذا غير ثور السدوسي الذي استشهد بتستر مع أبي موسى وأورده الذهبي في الميزان قائلا ما روى عنه سوى ابنه

[٥٧] خ ٤ البخاري والأربعة ثور بن يزيد بن زياد الكلاعي ويقال الرحبي أبو خالد الحمصي روى عن مكحول ورجاء بن حيوة وصالح بن يحيى بن المقدام وعطاء وعكرمة وأبي الزبير والمطعم بن المقدام وابن جريج وأبي الزناد وخالد بن معدان وحبيب بن عبيد الرحبي والزهري وخلق وعنه بقية والخريبي وصفوان بن عيسى والسفيانان وعيسى بن يونس وابن إسحاق ومالك والوليد بن مسلم ويحيى بن حمزة الحضرمي وابن المبارك ويحيى بن سعيد القطان وأبو عاصم النبيل وجماعة قال بن سعد كان ثقة في الحديث ويقال أنه كان قدريا وكان جده قتل يوم صفين مع معاوية فكان ثور إذا ذكر عليا قال لا أحب رجلا قتل جدي وقال أحمد ثنا سعد بن إبراهيم ثنا إبراهيم بن سعد عن محمد بن إسحاق قال حدثني ثور بن يزيد الكلاعي وكان ثقة وكان أبو أسامة يحسن الثناء عليه وعده دحيم في أثبات أهل الشام مع أرطأة وحريز وبحير بن سعد وفي رواية يعقوب بن سفيان عنه ثور بن يزيد أكبرهم وكل هؤلاء ثقة وقال عثمان الدارمي عن دحيم ثور بن يزيد ثقة وما رأيت أحدا يشك أنه قدري وهو صحيح الحديث حمصي وقال يعقوب بن سفيان سمعت أحمد بن صالح وذكر رجال الشام فقال وثور بن يزيد ثقة الا أنه كان يرى القدر وقال عمرو بن علي عن يحيى بن سعيد ما رأيت شاميا أوثق من ثور بن يزيد وقال بن المديني عن يحيى بن سعيد ما رأيت شاميا أوثق من ثور بن يزيد وقال بن المديني عن يحيى بن سعيد ليس في نفسي منه شيء أتتبعه وقال علي عن يحيى أيضا كان ثور عندي ثقة وقال وكيع ثور كان صحيح الحديث وقال أيضا رأيت ثور بن يزيد وكان أعبد من رأيت وقال عيسى بن يونس كان ثور من أثبتهم وقال أيضا جيد الحديث وقال الوليد بن مسلم ثور يحفظ حديث خالد بن معدان وقال سفيان الثوري خذوا عن ثور واتقوا قرنيه قال عبد الرزاق ثم أخذ الثوري بيد ثور وخلا به في حانوت يحدثه وقال الثوري بعد ذلك لرجل رأى عليه صوفا إرم بهذا عنك فإنه بدعة فقال له الرجل ودخولك مع ثور الحانوت واغلاقك الباب عليكما بدعة وقال أبو عاصم قال لنا بن أبي رواد اتقوا لا ينطحنكم بقرنيه وقال أبو مسهر وغيره كان الأوزاعي يتكلم فيه ويهجوه وقال عبد الله بن أحمد عن أبيه ثور بن يزيد الكلاعي كان يرى القدر كان أهل حمص نفوه لأجل ذلك ولم يكن به بأس وقال أبو مسهر عن عبد الله بن سالم أدركت أهل حمص وقد اخرجوا

متنِ حدیث.... اس میں مغفور کے الفاظ ہیں..اور ان الفاظ کو سنابلی صاحب نے یعنی جنتی ہونگے لکھا ہے.تو گزارش ہے کہ کیا ہر جگہ مغفور کا مطلب جنتی ہے یا یہ تعین قرائن سے ہوتا ہے اگر قرائن سے ہوتا ہے تو پھر یہاں کون سے قرائن ہیں کہ جسمیں مغفور کا مطلب بھشتی لیا گیا ہے..سنابلی صاحب نے اسکی وضاحت نھیں کی...

یہاں مغفرت کا لفظ ہے. یہ مغفرت مستقبل کی زندگی سے متعلق ہے اسکا کوئی قرینہ حدیث میں نھیں ہے.بلکہ اسکا صرف یہ مطلب ہے کہ ماضی کے گناہ معاف ہونگے...

سنابلی صاحب نے بھرپور کوشش کی کہ یہاں مغفور سے مراد ہمیشہ کی مغفرت وہ بھی غیر مشروط ثابت کریں..یعنی سنابلی صاحب فرماتے ہیں جب اللہ کسی جماعت کو بشارت دیتا ہے تو پھر اس جماعت میں سے کسی فرد کو خارج کرنے کی خبر بھی اللہ ہی دیگا.ہم اسے خارج نھیں کر سکتے.تو جواباً عرض ہے کہ ہم کہاں بضد ہیں کسی کو بھشت دینے اور بھشت کو سلب کرنے کے لیئے ..یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے...پھر سنابلی صاحب نے یہاں صاحبانِ بدر و حدیبیہ کیلیئے بشارت نقل کی اور یہ سمجھایا کہ وہ سب بھشتی ہیں. اسی طرح قسطنطنیہ کی جماعت کیلیئے بھی بشارت ہے لہذا وہ سب بھشتی ہیں...

ہم ادب سے سنابلی صاحب سے یہ پوچھتے ہیں. کہ صاحبانِ بدر و حدیبیہ کیلیے بشارت ہے.لیکن کیا وہ اس بشارت کے بعد معصوم ہوگئے تھے یا پھر شریعت کے احکامات ان سے

ساقط ہوگئے تھے.اگر معصوم بھی نہیں ہوئے اور شریعت کے احکامات کے پابند بھی ہیں تو اب اگر کوئی گناہ ان سے ہو جائیگا تو کیا اسکا مؤاخذہ نہیں کیا جائیگا..ہم مثال دیتے ہیں جنابِ مسطح بن اثاثہ رض یہ بدری صحابی ہیں.واقعہ افک کی حدیثِ بخاری میں انکے بدری ہونے کی صراحت موجود ہے.اب بدریوں کیلیئے بھشت کی بشارت ہے.لیکن یہی مسطح بن اثاثہ رض ایک خطا کرتے ہیں کہ جب جنابِ عائشہ رض پر تہمت لگائی گئی تو یہ بھی اس فتنہ میں مبتلا ہوگئے.اور اللہ نے قرآن میں تہمت لگانے والوں اور اس تہمت میں حصہ دار بننے والوں پر سرزنش کی.اور اللہ کے نبی(ص)نے مسطح بن اثاثہ و حسان بن ثابت و حمنہ بن جحش رض پر حدِ قذف جاری فرمائی((سنن ابی داؤد)).. کمال ہے کہ بدری صحابی بشارت کے بعد باوجود صحابی ہونے کے بھی گناھوں سے معصوم اور شریعت سے آزاد نہیں ہوئے..اور سنابلی صاحب ہیں جو یزید بن معاویہ کو ایک ایسی روایت کی بنا پر جسکی سند میں شامی ناصبی موجود ہیں اور متن بھی شاذ ہے اس پر بھروسہ کرکے یزید کی عصمت کے قائل ہوگئے ہیں.... کہ اب یزید گناہ کر ہی نہیں سکتا..اور ہم اسے بشارت سے خارج قرار نہیں دے سکتے..لیکن اللہ تو بشارت سے خارج قرار دے سکتا ہے..اللہ فرماتا ہے..

اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کرے.اسکی سزا دوزخ ہے. جسمیں وہ ہمیشہ رہے گا.اس پر اللہ کا غضب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اسکیلیئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے((سورہ نساء آیت **93**))...

جو لوگ اللہ و رسول(ص) کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے.اور انکیلیئے نہایت رسوا کن عذاب ہے((سورہ الاحزاب آیت **57**))..

اور جو مدینہ والوں کو ڈرائے گویا اس نے نبی(ص) کو ڈرایا((حدیث))اسے سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے....

تو سنابلی صاحب ہمنے سابقہ مضمون میں جمھور محدثین کے کلام سے ثابت کیا کہ یزید بن معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا..اور اھلِ مدینہ کو دھمکایا اور لوٹا..اسطرح یزید اللہ و رسول(ص) کو ایذا دینے والا اللہ کی لعنت و جہنم کا مستحق قرار پایا..یہ ہمنے یزید کو بشارت سے نھیں نکالا بلکہ اللہ و نبی(ص)نے نکالا...بشارت کے بعد یزید نہ ہی معصوم بنا تھا اور نہ ہی وہ شریعت سے آزاد ہوا تھا.....

کیا شک و شبہہ رہ جاتا ہے؟

یہ منفرد شخصیات کی مثال تھی۔ اجتماعی بشارت کی مثال میں اہلِ بدر اور اہلِ حدیبیہ کی بشارت کو لیجیے۔ ان تمام صحابہ کرام کو جو بدر و حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے، ان کے لیے مغفرت کی بشارت ہے، چناں چہ امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۱) نے کہا:

"حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا ليث، ح، وحدثنا محمد بن رمح، أخبرنا الليث، عن أبي الزبير، عن جابر، أن عبدا لحاطب جاء رسول الله ﷺ يشكو حاطبا فقال: يا رسول الله ليدخلن حاطب النار، فقال رسول الله ﷺ: كذبت لا يدخلها، فإنه شهد بدرا والحديبية"[1]

"صحابی رسول جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاطب رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے کے لیے حاضر ہوا تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حاطب تو جہنم میں داخل ہو جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے غلط کہا، وہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے، کیوں کہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔"

اسی طرح صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حاطب رضی اللہ عنہ کی جاسوسی پر انھیں قتل کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"وما يدريك لعل الله أن يكون قد اطلع علىٰ أهل بدر فقال: اعملوا ما

[1] صحيح مسلم (٣/ ١٩٤٢) رقم الحديث (٢٤٩٥)

شئتم فقد غفرت لكم"[1]

"تمھیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کے معاملات پر آگاہ ہوا اور اس کے بعد کہا: تم کیسا بھی عمل کرو، میں نے تمھاری مغفرت کر دی ہے۔"

اب کوئی یہ بکواس کرے کہ اہلِ بدر کی مغفرت کی بات ایسے ہی ہے، جیسے بہت سارے اعمال پر مغفرت کی بشارت ہے تو بھلا بتلایئے جہالت کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

دراصل اس طرح کی بات کہنے والا عمل سے متعلق بشارت اور شخصیت و جماعت سے متعلق بشارت کے فرق کو نہیں سمجھ پا رہا ہے اور دونوں کو خلط ملط کر رہا ہے۔ دراصل قرآن وحدیث میں بشارتیں دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم کی بشارت کا تعلق مخصوص اعمال سے ہے اور دوسری قسم کی بشارت کا تعلق مخصوص افراد یا جماعت سے ہے۔ پہلی قسم کی بشارت کا مقصد مخصوص اعمال کی فضیلت بتلانا ہوتا ہے اور دوسری قسم کی بشارت کا مقصد مخصوص افراد یا جماعت کی فضیلت بتلانا ہوتا ہے۔

آٹھ ہزار صحابہ کرامؓ کا بے مثال انسائیکلوپیڈیا

اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

مصنف

عزّ الدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رح ◎ غلام ربانی عزیز رح

المیزان

راوی **4865**..بدری بھی تھے. گناہ کیا حد جاری ہوئی.. مسطح بن اثاثہ رض..

انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے والد دلہاث سے انہوں نے اپنے باپ اسماعیل سے روایت کہ ان کے والد عبداللہ نے اپنے والد مسرح سے روایت کی۔ انہیں یاسر نے بتایا کہ حضور اکرمؐ نے انہیں خیل (نواحِ مدینہ میں ایک بستی) کو روانہ کیا اور ان کی بیوی حاملہ تھی۔ اس اثناء میں ان کی بیوی نے ایک بچہ جنا جسے وہ اٹھا کر حضورؐ کے پاس لائیں اور کہا! یا رسول اللہ یہ بچہ ابھی ابھی پیدا ہوا ہے۔ اس کا باپ خیل میں ہے۔ آپؐ اس کا نام رکھ دیں۔ آپؐ نے بچہ لے لیا اس پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور نام مسرح رکھا۔ کیونکہ اس نے آنے میں جلدی کی ہے۔ سو یہ مسرح بن یاسر ہے۔

۴۸۶۲۔ حضرت مسروح ابوبکرہؓ

حضرت مسروح ابوبکرہؓ۔ یہ حارث بن کلدہ الثقفی کے مولی تھے۔ طائف کے دن ایمان لائے۔ حضور اکرمؐ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھی کیونکہ وہ طائف سے صبح کے وقت نکلے تھے۔ ایک روایت میں ان کا نام نفیع بن حارث مذکور ہے اور ہم انشاء اللہ کنیتوں کے باب میں پھر ان کا ذکر کریں گے۔ ابن مندہ اور اور ابونعیم نے ان کا ذکر کیا ہے۔

۴۸۶۳۔ حضرت مسروقؓ بن اجدع الہمدانی

حضرت مسروقؓ بن اجدع الہمدانی۔ زمانہ جاہلیت کے آدمی ہیں۔ تابعی ہیں اور کنیت ابو عائشہ ہے۔ حضرت علیؓ اور ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ ابوموسیٰ نے مختصراً ان کا ذکر کیا ہے۔

۴۸۶۴۔ حضرت مسروقؓ بن وائل حضرمی

حضرت مسروقؓ بن وائل حضرمی۔ حضرموت کے وفد کے ساتھ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ ابوعمر نے مختصراً ان کا ذکر کیا ہے۔

۴۸۶۵۔ حضرت مسطحؓ بن اثاثہ

حضرت مسطحؓ بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن مناف بن قصی قرشی مطلبی: ان کی کنیت ابوعبادہ یا ابوعبداللہ تھی۔ ان کی ماں کی کنیت ام مسطح تھی اور ابورہم بن مطلب بن عبدالمناف کی دختر تھیں اور ام مسطح کی ماں کا نام رائطہ بنت صخر بن عامر بن کعب تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ تھیں۔

مسطح غزوۂ بدر میں موجود تھے اور واقعہ افک کو خواہ مخواہ ہوا دی تھی اور بطور سزا انہیں درے مارے گئے تھے۔ حضر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی مالی امداد کرتے تھے۔ قسم کھائی کہ اب ان کی امداد نہیں کریں گے اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی ولا یأتل اولو الفضل منکم والسعۃ الخ۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے ان کا وظیفہ جاری کر دیا۔

[illegible]ت میں ہے کہ مسطح ان کا لقب تھا اور عوف نام اور بہن کا نام ہند تھا۔ مسطح نے ۵۶ برس کی عمر میں ۳۴ ہجری میں وفات [illegible] کر ان لوگوں میں بھی کر آئے ہیں، جن کا نام عوف تھا۔ تینوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

[illegible]حضرت مسعودؓ بن اسود بن حارثہ

[illegible]مسعودؓ بن اسود بن حارثہ بن فضلہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب القرشی العدوی: یہ اور ان کے بھائی [illegible]ومیوں میں شامل تھے جنہوں نے بنو عدی میں سے ہجرت کی تھی۔ ان کی ماں عجماء بنت عامر بن فضل بن عفیف بن [illegible]یہ بن سلول کی بیٹی تھی۔ دونوں بھائیوں کو ابن العجماء کہتے تھے۔ بیعت رضوان میں موجود تھے اور جنگ موتہ میں شریک [illegible] تینوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

[illegible]ہ نے ان کے نسب کے بارے میں دوسروں سے اختلاف کیا ہے: مسعود بن اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عمر، مگر یہ

سُنَنُ اَبُوداؤد (اُردو)

www.KitaboSunnat.com

کتاب الطب — جلد چہارم — کتاب الأدب

تالیف

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و فوائد

فضیلۃ الشیخ ابوعمار عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج

حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

نظرثانی، تصحیح و اضافہ

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بدری صحابی پر حدِ قزف ((سندہ حسن))..

www.KitaboSunnat.com

(المعجم ٣٤) - **بَابٌ: فِي حَدِّ الْقَاذِفِ** (التحفة ٣٥)

باب:۳۴-تہمت کی حد کا بیان

٤٤٧٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ وَمَالِكُ بنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ وَهٰذَا حَدِيثُهُ أَنَّ ابنَ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَهُمْ عنْ مُحَمَّدِ ابنِ إِسْحَاقَ، عنْ عَبْدِ اللهِ بن أَبِي بَكْرٍ، عنْ عَمْرَةَ، عن عَائِشَةَ قالَتْ: لَمَّا نَزَلَ عُذْرِي قامَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ وَتَلَا - تَعْنِي الْقُرْآنَ - فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ أَمَرَ بِالرَّجُلَيْنِ وَالْمَرْأَةِ فَضُرِبُوا حَدَّهُمْ.

۴۴۷۴-ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری براءت کی آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا اور قرآن کی آیات تلاوت فرمائیں۔ جب منبر سے نیچے اترے تو آپ نے دو مردوں اور ایک عورت کے متعلق حکم دیا اور انہیں حد لگائی گئی۔

فائدہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا بیان سورۂ نور کی ابتدا میں آیا ہے۔

٤٤٧٥- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابنُ سَلَمَةَ عن مُحَمَّدِ بنِ إِسْحَاقَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَذْكُرْ عَائِشَةَ، قالَ: فَأَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَأَةٍ مِمَّنْ تَكَلَّمَ بِالْفَاحِشَةِ حَسَّانُ ابنُ ثَابِتٍ وَمِسْطَحُ بنُ أُثَاثَةَ. قالَ النُّفَيْلِيُّ: وَيَقُولُونَ الْمَرْأَةُ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ.

۴۴۷۵-محمد بن اسحاق نے یہ روایت بیان کی اور اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مردوں اور ایک عورت کو جو اس تہمت میں شریک تھے کے متعلق (حد لگانے کا) حکم دیا۔ یعنی حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ۔ نفیلی نے کہا کہ عورتوں میں حمنہ بنت جحش کا ذکر کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① تہمت کی حد اسی دُرّے (کوڑے) ہیں۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطا نہ تھے اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے ہمیشہ دعا کیا کریں۔ ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (الحشر:١٠)

٤٤٧٤- تخريج: [حسن] أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة النور، ح: ٣١٨١، وابن ماجه، ح: ٢٥٦٧ من حديث محمد بن أبي عدي به، وقال الترمذي: "حسن غريب" ● محمد بن إسحاق صرح بالسماع عند البيهقي: ٨/ ٢٥٠.

٤٤٧٥- تخريج: [حسن] انظر الحديث السابق، وأخرجه البيهقي: ٨/ ٢٥٠ من حديث أبي داود به.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنے پر وعید

امام بن ابی عاصم رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۸۷ھ) نے کہا:

"حدثنا الصلت بن مسعود، نا يحيىٰ بن عبد الله بن يزيد بن عبد الله بن أنيس، نا محمد بن جابر بن عبد الله الأنصاري، قال: خرجت أنا مع أبي جابر بن عبد الله رضي الله عنه زمن الحرة فأصاب رِجلَ جابر حجر، وهو قد كف بصره، فأدمىٰ أصبعَ جابر فقال: خس تعس من أخاف رسول الله ﷺ فقلت: يا أبت ومن يخيف رسول الله ﷺ؟ قال: أشهد علىٰ رسول الله ﷺ لقال: من أخاف هذا الحي من الأنصار فقد أخاف ما بين هذين، ووضع يديه علىٰ خاصرتيه، وقد والله أخافنا هؤلاء"[1]

''محمد بن جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حرہ کے موقع پر نکلا تو میرے والد کا پاؤں ایک پتھر سے ٹکرا گیا اور آپ کی بصارت جا چکی تھی، چناں چہ جابر رضی اللہ عنہ کی انگلی زخمی ہوگئی تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: تباہ و برباد ہو، وہ جس نے اللہ کے رسول ﷺ کو ڈرایا۔ تو میں نے کہا: اے ابا جان! اللہ کے رسول ﷺ کو کون ڈرائے گا؟ تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے انصار کے اس علاقے والوں کو ڈرایا، اس نے میرے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان چیز کو ڈرایا۔''

بعض لوگ یہ روایت پیش کر کے کہتے ہیں کہ یزید نے واقعہ حرہ میں اہلِ مدینہ کو ڈرایا، جس پر جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پیش کی۔ عرض ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے بے شک اہلِ مدینہ کو ڈرانے والوں سے متعلق حدیث پیش کی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ واقعہ حرہ کے موقع پر اہلِ مدینہ کو ڈرانے کا ذمے دار کون ہے؟

[1] الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم (٤/ ٧٠) وإسناده حسن.

شارحینِ حدیث...جب ہم حدیث پر گفتگو کرتے ہیں تو شارحینِ حدیث سے رجوع کرتے ہیں.تا کہ قولِ فیصل تک رسائی ہوسکے..سنابلی صاحب نے اسی حدیث کے تحت امام مھلب کا قول نقل کیا. کہ اس حدیث سے یزید کی خلافت و منقبت ثابت ہوتی ہے کہ وہ جنتی ہے..اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مھلب کے اس قول پر شارحینِ حدیث نے کیا مؤقف رکھا ہے. کیا اسے تسلیم کیا ہے اسکی تاویل کی ہے یا اسے رد کیا ہے..اسکے بعد ہمیں جمھور محدثین کی رائے مل جائیگی اور ہمارے لیئے معنی و مفاھیم متعین کرنے میں آزادی ہو گی...

امام ابنِ حجر عسقلانی.....امام قسطلانی...امام بدرالدین عینی..امام ابن التین...امام ابنِ منیر..

ان محدثین نے اسی حدیث کی شرح میں مھلب کے کلام کی رد کی ہے اور فرمایا ہے.. کہ عموم سے لازم نھیں آتا کہ دلیلِ خاص سے خارج نہ کیا جاسکے.جیسے اسلام سے مرتد ہونے والا کہ جبتک اسلام پر قائم ہے تب تک وہ بشارات میں شامل ہے جیسے ہی مرتد ہوا ویسے ہی بشارات سے خارج قرار پایا.....

پھر امام قسطلانی نے امام تفتازانی کا قول نقل کیا.. کہ یزید کے جرائم معنوی تواتر سے ثابت ہیں. ہم اس پر لعنت کرنے میں توقف نھیں کرتے..

امام ابنِ حزم....یزید اسلام میں برے کرتوت کرنیوالا تھا.اسنے اپنے اقتدار کے ابتدائی دور میں امام حسین علیہ السلام اور انکے اصحاب کو قتل کیا.آخری دور میں حرہ کے دن اہلِ مدینہ کو قتل کیا.ابنِ زبیر کا محاصرہ کرکے حرم کی بے حرمتی کی.پھر اللہ نے انھی دنوں اسے مار ڈالا.اسنے اپنے والد کے زمانے میں قسطنطنیہ پر جنگ کی اور محاصرہ کیا..

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی...بعض لوگ مغفورلہم کے الفاظ کو دلیل بنا کر یزید کی نجات پر استدلال کرتے ہیں.لیکن اس سے زیادہ سے زیادہ اسکے قبل کے گناہ معاف مانے جا سکتے ہیں. کیونکہ حدیث میں قیامت تک کیلیئے مغفرت کے الفاظ نھیں ہیں.اس غزوہ کے بعد یزید نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا.مدینہ میں قتل و فساد کیا.اور شرابی تھا. بس اھلبیت کی توھین اور حرمین کی بے حرمتی اور سنت نبی(ص) کو بدلنے کیلیئے جتنی وعیدیں (عذاب) ہیں یزید ان سب میں داخل ہے...

اس کے علاوہ بھی شارحین کا کلام پڑھا جا سکتا ہے تو اس حدیث کے زیل میں ہے.میںنے اختصار کو پیشِ نظر رکھکر مشہور و معروف و مستند محدثین و شارحین کے حوالہ جات دیئے...اب سنابلی صاحب کی کرم نوازی ہے کہ ایک مھلب کا قول بار بار نقل کرکے استدلال کرتے ہیں لیکن جب محدثین نے انکی بات کو رد کیا تو انکا کلام نقل نھیں کرتے.

فتح الباري

بشرح صحيح الإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري

برواية أبي ذر الهروي
عن مشايخه الثلاثة السرخسي والمستملي والكشميهني

للإمام الحافظ
أحمد بن علي بن حجر
العسقلاني
(٧٧٣ - ٨٥٢ هـ)

الجزء السادس

تقديم وتحقيق وتعليق
عبد القادر شيبة الحمد
عضو هيئة التدريس بقسم الدراسات العليا
بالجامعة الإسلامية سابقاً
والمدرس بالمسجد النبوي الشريف

طبع على نفقة
صاحب السمو الملكي الأمير سلطان بن عبد العزيز آل سعود
النائب الثاني لرئيس مجلس الوزراء ووزير الدفاع والطيران والمفتش العام
جعله الله في موازين حسناته وأمده بعونه

Copyrighted material

قوله (باب ما قيل فى قتال الروم) أى من الفضل . واختلف فى الروم فالأكثر أنهم من ولد عيص بن إسحق بن إبراهيم ، واسم جدهم قيل رومانى وقيل هو ابن ليطا بن يونان بن يافث بن نوح .

قوله (عن خالد بن معدان) بفتح الميم وسكون المهملة ، والإسناد كله شاميون ، وإسحق بن يزيد شيخ البخارى فيه هو إسحق بن إبراهيم بن يزيد الفراديسى نسب لجده .

قوله (عمير بن الأسود العنسى) بالنون والمهملة ، وهو شامى قديم يقال اسمه عمرو ، وعمير بالتصغير لقبه ، وكان عابداً مخضرماً ، وكان عمر يثنى عليه ، ومات فى خلافة معاوية ، وليس له فى البخارى سوى هذا الحديث عند من يفرق بينه وبين أبى عياض عمرو بن الأسود ، والراجح التفرقة وأم حرام بمهملتين تقدم ذكرها فى أوائل الجهاد فى حديث أنس ، وقد حدث عنها أنس هذا الحديث أتم من هذا السياق . وأخرج الحسن بن سفيان هذا الحديث فى مسنده عن هشام بن عمار عن يحيى بن حمزة بسند البخارى وزاد فى آخره « قال هشام رأيت قبرها بالساحل » .

قوله (يغزون مدينة قيصر) يعنى القسطنطينية ، قال المهلب : فى هذا الحديث منقبة لمعاوية لأنه أول من غزا البحر ، ومنقبة لولده يزيد لأنه أول من غزا مدينة قيصر . وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله : أنه لا يلزم من دخوله فى ذلك العموم أن لايخرج بدليل خاص إذ لايختلف أهل العلم أن قوله صلى الله عليه وسلم مغفور لهم مشروط بأن يكونوا من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقاً فدل على أن المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم . وأما قول ابن التين يحتمل أن يكون لم يحضر مع الجيش فردود ، إلا أن يريد لم يباشر القتال فيمكن فإنه كان أمير ذلك الجيش بالاتفاق . وجوز بعضهم أن المراد بمدينة قيصر المدينة التى كان بها يوم قال النبى صلى الله عليه وسلم تلك المقالة وهى حمص وكانت

Copyrighted material

دار مملكته إذ ذاك ، وهذا يندفع بأن فى الحديث أن الذين يغزون البحر قبل ذلك وأن أم حرام فيهم ، وحمص كانت قد فتحت قبل الغزوة التى كانت فيها أم حرام والله أعلم . قلت : وكانت غزوة يزيد المذكورة فى سنة اثنتين وخمسين من الهجرة ، وفى تلك الغزاة مات أبو أيوب الأنصارى فأوصى أن يدفن عند باب القسطنطينية وأن يعفى قبره ففعل به ذلك ، فيقال إن الروم صاروا بعد ذلك يستسقون به . وفى الحديث أيضاً الترغيب فى سكنى الشام ، وقوله « قد أوجبوا » أى فعلوا فعلا وجبت لهم به الجنة .

عمدة القاري
شرح
صحيح البخاري

تأليف
الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني
المتوفى سنة ٨٥٥ هـ

ضبطه وصححه
عبد الله محمود محمد عمر

طبعة جديدة مرقمة الكتب والأبواب والأحاديث
حسب ترقيم المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

الجزء الرابع عشر

يحتوي على الكتب التالية:
تتمة الشروط - الوصايا - الجهاد والسير
من الحديث (٢٧٣١) - إلى الحديث (٣٠٦٦)

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

Copyrighted material

ذكر لطائف إسناده: فيه: التحديث بصيغة الإفراد في أربعة مواضع وبصيغة الجمع في موضع واحد. وفيه: السماع. وفيه: العنعنة في موضع واحد. وفيه: القول في موضعين. وفيه: أن شيخه من أفراده ونسبته إلى جده، لأنه إسحاق بن إبراهيم بن يزيد أبو النضر. وفيه: أن الإسناد كله شاميون. وفيه: أن عمير بن الأسود ليس له في البخاري إلاَّ هذا الحديث عند من يفرق بينه وبين أبي عياض عمرو بن الأسود والراجح التفرقة. وهذا الحديث رواه أنس عن أم حرام بأتم من هذا في أوائل الجهاد في: باب الدعاء بالجهاد، وهذا الحديث من مسند أم حرام.

ذكر معناه: قوله: «أول جيش من أمتي يغزون البحر» أراد به جيش معاوية، وقال المهلب: معاوية أول من غزا البحر، وقال ابن جرير: قال بعضهم: كان ذلك في سنة سبع وعشرين، وهي غزوة قبرص في زمن عثمان بن عفان، رضي الله تعالى عنه، وقال الواقدي: كان ذلك في سنة ثمان وعشرين، وقال أبو معشر: غزاها في سنة ثلاث وثلاثين، وكانت أم حرام معهم، وقال ابن الجوزي في (جامع المسانيد): أنها غزت مع عبادة بن الصامت فوقصتها بغلة لها شهباء، فوقعت فماتت، وقال هشام بن عمار: رأيت قبرها ووقفت عليه بالساحل بفاقيس. **قوله: «قد أوجبوا»**، قال بعضهم: أي: وجبت لهم الجنة. قلت: هذا الكلام لا يقتضي هذا المعنى، وإنما معناه: أوجبوا استحقاق الجنة، وقال الكرماني: قوله: أوجبوا أي: محبة لأنفسهم. **قوله: «أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر»**، أراد بها القسطنطينية كما ذكرناه، وذكر أن يزيد بن معاوية غزا بلاد الروم حتى بلغ قسنطينية، ومعه جماعة من سادات الصحابة منهم: ابن عمر، وابن عباس وابن الزبير وأبو أيوب الأنصاري، وكانت وفاة أبي أيوب الأنصاري هناك قريباً من سور القسطنطينية وقبره هناك تستسقي به الروم إذا قحطوا. وقال صاحب (المرآة): والأصح أن يزيد بن معاوية غزا القسنطينية في سنة اثنتين وخمسين، وقيل:

Copyrighted material

سير معاوية جيشاً كثيفاً مع سفيان بن عوف إلى القسطنطينية فأوغلوا في بلاد الروم، وكان في ذلك الجيش ابن عباس وابن عمر وابن الزبير وأبو أيوب الأنصاري وتوفي أبو أيوب في مدة الحصار. قلت: الأظهر أن هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية، لأنه لم يكن أهلاً أن يكون هؤلاء السادات في خدمته. وقال المهلب: في هذا الحديث منقبة لمعاوية لأنه أول من غزا البحر، ومنقبة لولده يزيد، لأنه أول من غزا مدينة قيصر. انتهى.

قلت: أي منقبة كانت ليزيد وحاله مشهور؟ فإن قلت: قال، ﷺ، في حق هذا الجيش: مغفور لهم. قلت: لا يلزم، من دخوله في ذلك العموم أن لا يخرج بدليل خاص، إذ لا يختلف أهل العلم أن قوله، ﷺ: مغفور لهم، مشروط بأن يكونوا من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم، فدل على أن المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم، وقيصر لقب هرقل ملك الروم، كما أن كسرى لقب من ملك الفرس، وخاقان من ملك الترك، والنجاشي من ملك الحبشة.

شرح القسطلاني = إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري

[مقدمة الشارح]
1 - كتاب بدء الوحي
2 - كتاب الإيمان
3 - كتاب العلم
4 - كتاب الوضوء
5 - كتاب الغسل
6 - كتاب الحيض
7 - كتاب التيمم
8 - كتاب الصلاة
9 - كتاب مواقيت الصلاة
10 - كتاب الأذان
11 - كتاب الجمعة
12 - كتاب الخوف
13 - كتاب العيدين
14 - كتاب الوتر
15 - أبواب الاستسقاء
16 - كتاب الكسوف
17 - كتاب سجود القرآن
18 - أبواب التقصير
19 - كتاب التهجد
20 - كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة وال
21 - أبواب العمل في الصلاة
22 - كتاب السهو
23 - كتاب الجنائز
24 - كتاب الزكاة
25 - كتاب الحج
26 - كتاب العمرة
27 - أبواب المحصر
28 - كتاب جزاء الصيد
29 - كتاب فضائل المدينة
30 - كتاب الصوم
31 - كتاب صلاة التراويح
32 - كتاب فضل ليلة القدر
33 - أبواب الاعتكاف
34 - كتاب البيوع
35 - كتاب السلم
36 - كتاب الشفعة
37 - كتاب الإجارة
38 - كتاب الحوالات
39 - كتاب الكفالة
40 - كتاب الوكالة
41 - كتاب الحرث والمزارعة
42 - كتاب [الشرب و] المساقاة
43 - كتاب في الاستقراض وأداء الديون وال
44 - كتاب في الخصومات
45 - كتاب في اللقطة
46 - كتاب في المظالم والغصب
47 - كتاب الشركة

ابحث في الكتاب:

.[إرْشَادُ السَّارِي لِشرح صَحِيح البخَاري].

المؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (المتوفى: 923هـ)

الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، مصر

الطبعة: السابعة، 1323 هـ

عدد الأجزاء: 10

[ترقيم الكتاب موافق للمطبوع]

تجد بهذا الكتاب الإلكتروني - وليس في المطبوع -:
- نص الصحيح، موزعا على مواضعه من الشرح، ومشكولا
- ترقيم الكتب والأبواب والأحاديث، بترقيم محمد فؤاد عبد الباقي
- أطراف الأحاديث (عند أول ورود للحديث)

[جزء / صفحة] [الرقم]

شرح القسطلاني = إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري

63 - باب غزو المرأة في البحر
64 - باب حمل الرجل امرأته في الغزو د
65 - باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال
66 - باب حمل النساء القرب إلى الناس ،
67 - باب مداواة النساء الجرحى في الغ
68 - باب رد النساء الجرحى والقتلى
69 - باب نزع السهم من البدن
70 - باب الحراسة في الغزو في سبيل ا
71 - باب فضل الخدمة في الغزو
72 - باب فضل من حمل متاع صاحبه ف
73 - باب فضل رباط يوم في سبيل الله
74 - باب من غزا بصبي للخدمة
75 - باب ركوب البحر
76 - باب من استعان بالضعفاء والصالح
77 - باب لا يقول فلان شهيد
78 - باب التحريض على الرمي، وقول ا
79 - باب اللهو بالحراب ونحوها
80 - باب المجن ومن يتترس بترس صا
81 - باب الدرق
82 - باب الحمائل وتعليق السيف بالعنق
83 - باب حلية السيوف
84 - باب من علق سيفه بالشجر في الس
85 - باب لبس البيضة
86 - باب من لم ير كسر السلاح عند الموت
87 - باب تفرق الناس عن الإمام عند القا
88 - باب ما قيل في الرماح. ويذكر عن ا
89 - باب ما قيل في درع النبي -صلى الله
90 - باب الجبة في السفر والحرب
91 - باب الحرير في الحرب
92 - باب ما يذكر في السكين
93 - باب ما قيل في قتال الروم
94 - باب قتال اليهود
95 - باب قتال الترك
96 - باب قتال الذين ينتعلون الشعر
97 - باب من صف أصحابه عند الهزيمة
98 - باب الدعاء على المشركين بالهزيمة
99 - باب هل يرشد المسلم أهل الكتاب أ
100 - باب الدعاء للمشركين بالهدى ليتأ
101 - باب دعوة اليهودي والنصراني، و
102 - باب دعاء النبي -صلى الله عليه و
103 - باب من أراد غزوة فورى بغيرها، و
104 - باب الخروج بعد الظهر
105 - باب الخروج آخر الشهر
106 - باب الخروج في رمضان
107 - باب التوديع
108 - باب السمع والطاعة للإمام
109 - باب يقاتل من وراء الإمام، ويتقى
110 - باب الدعوة في الحرب لئلا يفروا

أوجبوا) لأنفسهم المغفرة والرحمة بأعمالهم الصالحة (قالت أم حرام: قلت يا رسول الله أنا فيهم؟ قال) عليه الصلاة والسلام (أنت فيهم) (ثم قال النبي): (أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر) ملك الروم يعني القسطنطينية (مغفور لهم) قالت أم حرام (فقلت أنا فيهم يا رسول الله؟ قال): (لا) فركبت البحر زمن معاوية لما غزا قبرس سنة ثمان وعشرين، فلما رجعت قربت دابة لتركبها فوقعت فاندقت عنقها فماتت وكان أول من غزا مدينة قيصر يزيد بن معاوية ومعه جماعة من سادات الصحابة كابن عمرو بن عباس وابن الزبير وأبي أيوب الأنصاري وتوفي بها سنة اثنتين وخمسين من الهجرة، واستدلّ به المهلب على ثبوت خلافة يزيد وأنه من أهل الجنة لدخوله في عموم قوله مغفور لهم.

وأجيب: بأن هذا جارٍ على طريق الحمية لبني أمية ولا يلزم من دخوله في ذلك العموم أن لا يخرج بدليل خاص إذ لا خلاف أن قوله عليه الصلاة والسلام "مغفور لهم" مشروط بكونه من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم اتفاقًا قاله ابن المنير، وقد أطلق بعضهم فيما نقله المولى سعد الدين اللعن على يزيد لما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين، واتفقوا على جواز اللعن على من قتله أو أمر به أو أجازه ورضي به، والحق أن رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانته أهل بيت النبي -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- مما تواتر معناه وإن كان تفاصيلها آحادًا فنحن لا نتوقف

ذخائر العرب

٢

جمهرة أنساب العرب

لأبي محمد علي بن سعيد بن حزم الأندلسي

*

نشر وتحقيق وتعليق

إ. ليفي بروفنسال

أستاذ اللغة والحضارة العربية بالسربون

مدير معهد الدراسات الإسلامية بجامعة باريس

دار المعارف بمصر

Copyrighted material

ابن الأَشْعَث ؛ عقبُه بالبصرة ، منهم : العُتْبيُّ الشاعر[1] ، وهو محمَّد بن عبيد الله بن عمرو بن معاوية بن عمرو بن عتبة بن أبي سفيان ؛ وكان لعمرو بن عتبة من الولد أيضاً : معاوية ، وعتبة ، وسفيان ؛ ومن ولده أيضاً : عبد الرحمن بن معاوية بن عبد الرحمن بن أبي سفيان بن عمرو بن عتبة بن أبي سفيان ؛ وعمُّه أُميَّة بن سفيان بن عبد الرحمن ، نقيبُ قومه .

وولدُ معاوية أمير المؤمنين ابن أبي سفيان — رضى الله عنه — : عبد الله ، لا عقب له ، لم يكن له إلاَّ ابنةٌ تزوَّجها عبدُ الله بن يزيد بن معاوية ؛ ويزيد أمير المؤمنين ؛ وكان قبيحَ الآثار فى الإسلام ؛ قتل أهلَ المدينة ، وأفاضلَ الناس ، بقيَّةَ الصحابة — رضى الله عنهم — يومَ الحَرَّة ، فى آخر دولته ؛ وقتَل الحسينَ — رضى الله عنه — وأهلَ بيته فى أوَّل دولته ؛ وحاصر ابن الزُّبير — رضى الله عنه — فى المسجد الحرام ، واستخفَّ بحرمة الكعبة والإسلام ؛ فأماته الله فى تلك الأيَّام ؛ وقد كان غزا فى أيَّام أبيه القُسْطَنْطِينِيَّة وحاصَرَها .

فولدُ يزيد بن معاوية : خالد ؛ وعبد الله ؛ ومعاوية ، الذى ولى الخلافة وانجلى عنها ، وكان رجلاً صالحاً ؛ وأبو سفيان ؛ وعبد الرحمن ، وكان من أزهد الناس وأفضلهم ؛ ومحمَّد ؛ وأبو بكر ؛ وعثمان ؛ وعمر ؛ وعتبة ؛ ويزيد ؛ لا عقب لمعاوية بن يزيد ؛ ولدُ خالد بن يزيد : سعيد ، وأبو سفيان ، وعتبة ، بنو خالد ؛ كانت أُمُّ سعيد هذا بنت سعيد بن العاصى ، وأُمُّها بنت عثمان بن عفَّان ؛ وحَرْب بن خالد ؛ ويزيد بن خالد ، وكانا سيِّدَيْن ؛ وعبد الله بن خالد ، من ولده علىّ والعبَّاس ابنا عبد الله بن خالد : أُمُّهما نفيسة بنت عبيد الله بن العبَّاس بن علىّ بن أبي طالب — رضى الله عنه — ؛ قام علىٌّ هذا أيَّام المأمون بدمشق ، وتسمَّى بالخلافة أيَّام المأمون ، فأُسر . وولدُ عبد الله ابن يزيد بن معاوية : محمَّد ؛ ومعاوية ؛ وأبو سفيان ؛ وأبو عُبَيْد الله ؛ وأبو معاوية ؛ وأبو عتبة ؛ وزياد بن عبد الله ، وهو أبو محمَّد السُّفيانىُّ ، القائم بالمدينة ، المقتول بها

(١) اع ج ٧ ص ١٠ — ١١ .

Copyrighted material

﴿ فسبحان الذى بيده ملكوت كل شئ واليه ترجعون ﴾

رسالة

﴿ شرح تراجم ابواب صحيح البخاري ﴾

للعارف الربانى الجامع بين الشريعة والطريقة احمد المعروف

بمولانا شاه ولى الله الفقيه المحدث الدهلوى ابن مولانا

الشيخ عبد الرحيم قدس الله سره

العزيز

طبع بمطبعة دائرة المعارف النظامية الكائنة في المدينة

عمرها الله الى اقصى الزمن

(١٣٢٣) هجرية

﴿كتاب الجهاد﴾

﴿باب ما قيل في قتال الروم﴾

﴿قوله﴾ مغفور لهم تمسك بعض الناس بهذا الحديث في نجات يزيد لانه كان من جملة هذا الجيش الثاني بل كان رأسهم ورئيسهم على ما يشهد به التواريخ والصحيح انه لا يثبت بهذا الحديث الا كونه مغفورا له ما تقدم من ذنبه على هذه الغزوة لان الجهاد من الكفارات وشان الكفارات ازالة آثار الذنوب السابقة عليها لا الواقعة بعد هانعم لو كان مع هذا الكلام انه مغفور له الى يوم القيمة يدل على نجاته وليس فليس بل امره مفوض الى الله تعالى فيما ارتكبه من القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسين عليه السلام وتخريب المدينة والاصرار على شرب الخمر ان شاء عفا عنه وان شاء عذبه كما هو مطرد في حق

سائر العصات على ان الاحاديث الواردة في شان من استخف بالعترة الطاهرة والملحد في الحرم والمبدل للسنة تبقى مخصصات لهذا العموم لو فرض شموله لجميع الذنوب ·

دوسری روایت.... سنابلی صاحب نے دو مقامات پر دو روایات نقل کیں جو دراصل ایک ہی روایت کے دو حصے ہیں.انکی سند کو سنابلی صاحب نے صحیح تسلیم کیا اور ان سے اپنے موقف کے صحیح ہونے پر استدلال کیا....اس روایت میں دو کلمات ہیں..

1..راوی کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام شام کیطرف روانہ ہوگئے جہاں یزید بن معاویہ تھا.....**2**...امام حسین علیہ السلام نے عبید اللہ بن زیاد کی فوج کو فرمایا مجھے یزید کے پاس لے چلو.تا کہ میں اسکے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں(یعنی بیعت کر لوں))...

اصول.... سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں ایک روایت کو ضعیف ثابت کرنے کیلیئے دو اصول متعارف کروائے...

1. روایت کے تمام راویاں کے ثقہ ہونے کا مطلب یہ نھیں ہوتا کہ روایت بھی صحیح ہے کیونکہ اسمیں دیگر علتیں موجود ہوتی ہیں..
2. متن پر غور کیا جائے تو بھی روایت باطل ہو سکتی ہے..

یعنی اب جو اوپر سنابلی صاحب نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق روایت کے راویان کی ثقاہت ثابت کی ہے.تو ہم دیکھینگے کہ اسمیں کہیں کوئی دوسری علت تو موجود نھیں

ہے جو روایت کو ضعیف قرار دیدے....اور پھر ہم اس روایت کا متن بھی دیکھینگے کہ کہیں متن میں ایسی کوئی بات تو نھیں جو روایت کے بطلان پر دلالت کرتی ہو.

سند.... سنابلی صاحب نے راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود ایک روایت کو ضعیف کہا اور ضعف کی علت یہ بیان کی. کہ ابنِ سیرین بصرہ کے ہیں اور روایت شام کی بیان کر رہے ہیں.لہذا ممکن ہے اسوقت وہ شام موجود نہ ہوں..اور اگر انھوں نے کسی اور سے یہ روایت سنی ہے تو عن کی تصریح نھیں ہے کہ کس سے سنی ہے.....اب ہم سنابلی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ جو امام حسین علیہ السلام کی روایت آپنے نقل کی ہے. وہ ھلال بن یساف سے مروی ہے...اور جو واقعہ وہ نقل کر رہے ہیں وہ کوفہ کا واقعہ نھیں ہے جبکہ ھلال بن یساف کوفی ہیں..اور جسطرح آپنے ایک روایت کو ضعیف کہا کہ بصرہ کا رہائشی شام کی بات بیان کر رہا ہے لہذا یہ بعید ہے کہ راوی وہاں خود موجود ہو.. تو اب آپ ھلال بن یساف کا وہاں موجود ہونا ثابت کریں کہ جہاں کے واقعہ کو وہ بیان کر رہے ہیں.. کیونکہ واقعہ شہرِ کوفہ کا نھیں ہے...امام حسین علیہ السلام کا یہ واقعہ دورانِ سفر راستہ میں پیش آیا..اب وہاں یا وہ لوگ تھے جو انصارانِ حسین علیہ السلام تھے اور انکیساتھ سفر کر رہے تھے.یا وہ لوگ تھے جو حکومت کے سپاھی تھے.اب آپ کسی معتبر کتاب سے

جنابِ ھلال بن یساف کا یا امام حسین علیہ السلام کیساتھ سفر میں شریک ہونا ثابت کر دیں یا پھر ھلال بن یساف کا فوج عبید اللہ بن زیاد کا سپاھی ہونا ثابت کر دیں..

اب رہ گئی یہ بات کہ ھلال بن یساف تو وہاں موجود ہی نھیں تھے جہاں کا کلام نقل فرماتے ہیں تو پھر یقیناً انھوں نے کسی سے سنا ہو گا..لیکن جیسا کہ سنابلی صاحب نے اوپر ایک روایت کو ضعیف ثابت کیا یہ کہہ کر کہ اسمیں ابنِ سیرین نے عن کی وضاحت نھیں کر رکھی ہے کہ انھوں نے یہ واقعہ کس سے سنا ہے تو بعینہ ہم کہتے ہیں کہ اس روایت میں ھلال بن یساف نے کس سے سنا ہے اسکی وضاحت موجود نھیں ہے..لہذا یہ روایت منقطع ہے اور منقطع روایت قابلِ قبول نھیں ہوتی....آپکا اس روایت کے راویان کو ثقہ ثابت کرنا بے سود ہے.جبتکہ آپ اسکا اتصال ثابت نہ کردیں.....

یزید کی بیعت کرنے کی خواہش ((سنابلی))...

بالفرض اگر اس کتاب کو غیر ثابت ہی مان لیا جائے، تب بھی ہماری پیش کردہ یہ روایت ہرحال میں ثابت ہوگی، کیوں کہ اس روایت کے ثابت ہونے کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ یہ روایت اسی صحیح سند کے ساتھ تاریخ طبری میں بھی موجود ہے، چناں چہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۱۰) نے کہا:

"حدثنا محمد بن عمار الرازي قال: حدثنا سعيد بن سليمان قال: حدثنا عباد بن العوام قال حدثنا حصين ...قال حصين: فحدثني هلال بن يساف أن ابن زياد أمر بأخذ ما بين واقصة إلىٰ طريق الشام إلى طريق البصرة فلا يدعون أحدا يلج ولا أحدا يخرج فأقبل الحسين ولا يشعر بشيئ حتى لقي الأعراب فسألهم فقالوا: لا والله ما ندري غير أنا لا نستطيع أن نلج ولا نخرج. قال: فانطلق يسير نحو طريق الشام نحو يزيد فلقيته الخيول بكربلاء فنزل يناشدهم الله والإسلام. قال: وكان بعث إليه عمر بن سعد وشمر بن ذي الجوشن وحصين بن نمير فناشدهم الحسين الله والإسلام أن يسيروه إلىٰ **أمير المؤمنين** فيضع يده في يده"[2]

"ہلال بن یساف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ واقصہ اور شام و بصرے کے بیچ پہرہ لگا دیا جائے اور کسی کو بھی آنے جانے سے روک دیا جائے، چناں چہ حسین رضی اللہ عنہ ان باتوں سے بے خبر آگے بڑھے، یہاں تک کہ بعض اعرابیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے پوچھ تاچھ کی تو انھوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ہمیں کچھ معلوم نہیں، کیوں کہ ہم نہ وہاں جا سکتے ہیں اور نہ وہاں سے نکل سکتے

---

[1] یوٹیوب پر درج ذیل الفاظ لکھ کر سرچ کریں:
(Hafiz) Zubair Ali Zai Hafizaullah Topic Hadees Aur Ahle Hadees

[2] تاريخ الطبري (۳/ ۲۹۹) و إسناده صحيح.

ہیں۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ شام کے راستے پر یزید بن معاویہ کی طرف چل پڑے، پھر راستے میں گھوڑ سواروں نے انھیں کربلا کے مقام پر روک لیا اور وہ رک گئے تو وہ انھیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دینے لگے۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن نمیر کو ان کی جانب بھیجا تھا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہا: وہ انھیں **امیر المومنین** یزید بن معاویہ کے پاس لے چلیں، تاکہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔"

یہ سند بالکل صحیح ہے۔ امام طبری کے استاذ "محمد بن عمار الرازی" یہ "ابوجعفر، محمد بن عمار بن الحارث، الوازعی الرازی" ہیں۔ یہ ثقہ ہیں، چناں چہ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۷) نے کہا:

یزید کیطرف دمشق کا سفر کرنا((سنابلی))..

"إِنَّكَ وَاللّٰهِ! مَا أَنْتَ مِثل مُسلِم بْن عَقيْل، وَلَو قَدِمْتَ الْكُوفَة لَكَانَ النَّاسُ إِلَيكَ أَسْرَع"[1]

"یقیناً آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں (وہ لوگ نہیں جانتے تھے) لیکن آپ اگر کوفہ پہنچ جائیں تو لوگ آپ کی اطاعت کے لیے ٹوٹ پڑیں گے۔"

کوفیوں کی مکاریوں کی وجہ سے حسین رضی اللہ عنہ چاہنے کے باوجود واپس نہ ہو سکے اور بادل نخواستہ اپنا سفر جاری رکھا۔ اس موڑ پر پہنچ کر حسین رضی اللہ عنہ اپنے تمام ارادے منسوخ کر دیتے ہیں، ان کا جو بھی موقف تھا، یہاں آنے کے بعد بدل جاتا ہے، اس کے بعد آگے جو کچھ ہوا، وہ حسین رضی اللہ عنہ کے اس موقف سے ہٹ کر تھا، جو اُنھوں نے مکے میں اختیار کیا تھا، بہرحال حسین رضی اللہ عنہ مستقبل کے حالات سے بے خبر آگے بڑھتے رہے۔ جب کوفہ کے قریب پہنچے تو آپ کو بعض اعرابیوں سے معلوم ہوا کہ کوفہ کے حالات بہت ہی نازک ہیں، وہاں جانا مناسب نہیں، اس لیے آپ نے یہاں سے دمشق کا رخ کیا، جہاں یزید بن معاویہ موجود تھے:

"إِنَّ ابْنَ زِيَادٍ أَمَرَ بِأَخْذِ مَا بَيْنَ وَاقِصَة إِلٰى طَرِيقِ الشَّأمِ إِلٰى طَرِيْقِ البَصرَةِ فَلا يَدَعونَ أحداً يَلِجُ وَلَا أحداً يَخْرُجُ فَأقبَلَ الْحُسَيْنُ وَلَا يشعرُ بِشَيئٍ حَتّٰى لَقِى الْأعْرَابَ فَسُألهُمْ، فَقَالُوا: لَا وَاللّٰهِ! مَا نَدرِىْ غَيرَ أنا لَا نَستَطِيعُ أن نَّلِجَ وَلَا نخْرجَ. قَالَ: فَانْطَلَقَ يَسيْرُ نَحو طَرِيق الشَّامِ نَحو يَزِيْد"[2]

"عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ واقصہ اور شام و بصرہ کے درمیان پہرہ لگا دیا جائے اور کسی کو بھی آنے جانے سے روک دیا جائے، چناں چہ حسین رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے رہے اور ان حالات سے بے خبر تھے، یہاں تک کہ آپ کی ملاقات چند اعرابیوں سے ہوئی، آپ نے ان سے پوچھ تاچھ کی تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں اس کے سوا کچھ نہیں معلوم کہ ہم نہ تو کوفہ جا سکتے ہیں اور نہ وہاں سے نکل سکتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سننے کے بعد حسین رضی اللہ عنہ شام (دمشق) کی طرف روانہ ہوگئے، جہاں یزید بن معاویہ موجود تھے۔"

---

[1] تاريخ الطبري (٥/ ٣٩٨)

[2] تاريخ الأمم والرسل والملوك للطبري (٣/ ٢٩٩) وإسناده صحيح.

رجالہ ثقات کا مطلب یہ نہیں کہ روایت صحیح ہے((سنابلی))..

کی تصحیح لازم نہیں آتی ہے۔کیونکہ یہاں بھی ارسال وانقطاع جیسی دیگرعلتوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قول المحدث فی حدیث ما "رجاله رجال الصحیح"أو "رجاله ثقات"ونحو ذلک لا یفید تصحیح إسناده، خلافا لما یظن البعض،،

محدث کا کسی حدیث کے بارے میں"رجاله رجال الصحیح" (اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں) یا "رجاله ثقات"(اس کے رجال ثقہ ہیں) یاجیسی بات کہنا اس حدیث کی سند کے لئے تصحیح کافائدہ نہیں دیتا ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھ بیٹھتے ہیں۔①

دراصل اس طرح کے جملوں سے صرف سند کے رجال کی توثیق ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی سند میں دیگرعلتوں کا امکان باقی رہتا ہے اورزیرنظر روایت میں بھی معاملہ یہی ہے کہ رجال تو ثقہ ہیں لیکن دوسری علت موجود ہے جوسند کے صحیح ہونے سے مانع ہے۔

درحقیقت اس روایت کو بیان کرنے والے محمد بن سیرین رحمہ اللہ ہیں ۔اور یہ ارسال کرنے میں کافی مشہور ہیں ، بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انہوں نے ارسال کیا ہے ۔جیسا کہ کتب مراسیل میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے ۔②

یعنی ایسے صحابہ کے حوالے سے یہ روایات بیان کرنے کے عادی تھے جن سے یہ کبھی ملے نہ تھے گرچہ ان کا دور پایا تھا ۔بلکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی بات بھی بیان کردیتے تھے ۔③

جبکہ آپ کو یہ دورملا ہی نہ تھا کیونکہ آپ تابعی ہیں۔

ایسی صورت میں یہ اگرکوئی ایسی کہانی بیان کریں جس کے بارے میں یہ ثابت ہوجائے کہ یہ ان کا اپنا مشاہدہ نہیں بلکہ یہ کہانی انہوں نے کسی غیرثقہ سے سن رکھی ہے تو دریں صورت ان کا بیان معتبر نہ ہوگا۔اورزیرنظر روایت میں بیان کردہ قصہ محمد بن سیرین نے کسی غیرثقہ سے ہی سنا ہے جیسا

---

① الصحیحه:(١/٢١٤ تحت الرقم ١٠٤)

② جامع التحصیل للعلائی ص٢٤٦،المراسیل لابن أبی حاتم الرازی ص:٣٢،تحفة التحصیل فی ذکر رواة المراسیل ٢٧٧

③ المراسیل لأبی داود: (ص٢٦١)

سماعت کی وضاحت نہیں اور متن بھی بطلان پر دلالت کرتا ہے (سنابلی)

کہ اس دلیل آگے آرہی ہے۔

لیکن اس سے قبل یہ بات بھی قابل غور ہے کہ روایت میں مذکورقصہ شام کے علاقہ کا ہے اور محمد بن سیرین بصرہ کے رہنے والے تھے۔اورامام ابوحاتم رحمہ اللہ نے علاقہ کے اس اختلاف کی بنیاد پر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے سماع کو محل نظر قرار دیا ہے چنانچہ:

امام ابن أبي حاتم رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۷) نے کہا:

سئل أبی عن ابن سیرین سمع من أبی الدرداء قال قد أدرکه ولا أظنه سمع منه ذاک بالشام وهذا بالبصرة

میرے والد سے پوچھا گیا کہ کیا محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ تو آپ نے کہا: محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا دور تو پایا ہے لیکن مجھے نہیں لگتا کہ ان سے سنا ہے کیونکہ ابوالدرداء شام میں ہوتے تھے اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔[1]

بنابریں جب یہ واقعہ بھی شام کے علاقہ کا ہے اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ بصرہ کے رہنے والے ہیں تو یہیں پر یہ شبہہ پیدا ہوگیا کہ یہ واقعہ ان کا اپنا مشاہدہ ہو یہ بہت بعید ہے۔اب رہ جاتا ہے یہ احتمال کی محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے یہ واقعہ خود عمرو بن حازم رضی اللہ عنہ سے سنا ہو، تو عرض ہے کہ اس روایت میں انہوں نے ایسی کوئی صراحت نہیں کی ہے بلکہ ان سے بذریعہ ''عن'' روایت کی بھی وضاحت نہیں کی ہے،اور ان کے اساتذہ میں عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ملتا ہے اور نہ ہی عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا نام ملتا ہے۔لہذا اس واقعہ کے اصل شاہد اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے مابین انقطاع ہے۔

اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ چونکہ بکثرت ارسال کرنے میں معروف ہیں اس لئے یہ بھی نہیں معلوم کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ اور اس واقعہ کے اصل راوی کے بیچ کتنے لوگوں کا واسطہ ہے۔

اس علت کے ساتھ ساتھ اس روایت کے متن پر غور کیجئے تو اس کا متن بھی اس کے بطلان کی طرف اشارہ کرتا ہے چنانچہ اس واقعہ کے شروع میں کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عامل مدینہ کو حکم دیا کہ مدینہ سے کسی کو ہمارے پاس بھیجو،اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے عامل مدینہ نے عمرو بن

[1] المراسیل لابن أبی حاتم :ص(۱۸۷)

متنِ روایت و مسلمات...واقعہ کربلا کی حقیقت پر سنابلی صاحب نے چند مراحل میں گفتگو کی ہے..وہ لکھتے ہیں..امام حسین علیہ السلام نے مدینہ میں یزید کی بیعت نھیں کی. پھر مکہ روانہ ہوگئے وہاں بھی بیعت نھیں کی تو جب کوفیوں کو معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت نھیں کی تو انھوں نے امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے کہ ہم آپ کو خلیفہ مانتے ہیں لہذا آپ یھاں آ جائیں..امام حسین علیہ السلام ان کوفیوں کے فتنہ کو بھانپ گئے اور اصلاح کرنے کیلیئے مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے کیلیئے بھیجا.وہاں مسلم بن عقیل کا برجوش استقبال ہوا تو انھوں نے امام حسین علیہ السلام کو لکھا ہے کہ آپ آ سکتے ہیں ماحول خوشگوار ہے.جب امام حسین علیہ السلام چلے تو راستہ میں انھیں مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی.تو آپ نے واپسی کی ٹھانی پھر اصرار پر آگے بڑھے.اور حالات معلوم ہونے پر دمشق کا رستہ اختیار کیا...((یہ خلاصہ ہے جو سنابلی صاحب نے لکھا))....اب ہم اس موضوع پر سنابلی صاحب کا اعتماد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ کیا اس روایت کا متن قبول کیا جا سکتا ہے جسمیں امام حسین علیہ السلام نے دمشق جانے کا اور یزید کی بیعت کا اصرار کیا.....

کیا امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کرنا چاھتے تھے.....

1....سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ مدینہ میں امام حسین علیہ السلام سے جب بیعت طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا کل سب کے سامنے بیعت کرونگا پھر اگلے دن مکہ چلے گئے..سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمرہ اتفاقی پروگرام تو نھیں ہو سکتا کہ پورے کنبہ کو لیکر اچانک ہی مکہ روانہ ہوا جائے. اور اگر امام حسین علیہ السلام عمرے کا ارادہ رکھتے تھے تو پھر بیعت پھلے ہی دن کر لیتے. یا پھر اپنے اگلے دن کے عمرے کا تذکرہ کرتے.لیکن وعدہ خلافی تو امام حسین علیہ السلام کی سیرت کیخلاف ہے..یا پھلے دن بیعت کر لیتے یا پھر عمرے کیلیئے روانگی ایک دن ملتوی کر لیتے.تا کہ امت میں افتراق نہ پڑتا کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی اگر اھمیت نہ ہوتی تو خاص طور سے ان سے بیعت کا مطالبہ نہ کیا جاتا.....

2...مکہ میں امام حسین علیہ السلام کو کوفیوں نے کہ جنھوں نے یزید کی بیعت نھیں کی تھی یہ سوچ کر خطوط لکھے کہ امام حسین علیہ السلام نے بھی بیعت نھیں کی ہے..اب سنابلی صاحب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اصلاح کیلیئے کوفہ روانہ ہونا چاھتے تھے لیکن اہم بات یہ ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام کوفیوں کے فتنہ اور بغاوت کو کچلنے کیلیئے ہی جانا چاھتے تھے تو سب سے پھلے اس فتنہ کی بنیاد کو ہی ختم کر دیتے. یعنی اس فتنہ کی بنیاد بقول سنابلی صاحب امام حسین علیہ السلام کا بیعت نہ کرنا تھا. تو

امام حسین علیہ السلام فرماتے کہ میں تو خود یزید کی بیعت میں ہوں یا بیعت کا ارادہ رکھتا ہوں.جب بنیاد ہی ختم ہو جاتی تو اصلاح کا دروازہ کھل جاتا...لیکن امام حسین علیہ السلام نے ایسا کچھ ارشاد نھیں فرمایا....

3... کوفیوں نے لکھا کہ آپ ہمارے خلیفہ ہیں.جب امام حسین علیہ السلام کو یہ پیغام موصول ہوا تو وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ (ص) نے فرمایا کہ اگر ایک وقت میں دو خلیفہ ہوں تو دوسرے کو قتل کردو ((صحیح مسلم))... اس صورت میں امام حسین علیہ السلام کی خاموشی حرام فعل کی تائید تھی جو خود حرام ہے...لیکن امام حسین علیہ السلام نے اس پیغام کی تائید کی گویا امام حسین علیہ السلام کے نزدیک یزید کی خلافت متحقق ہی نھیں ہوئی تھی.وہ شرعی خلیفہ نھیں تھا....

4...امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے بھیجا..اور جب کوفیوں نے بھرپور استقبال کیا اور معاونت کی یقین دہانی کروائی تو مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کو خوشگوار حالات کا پیغام دیا کہ آپ یھاں آ جائیں... اب ظاہر ہے مسلم بن عقیل امام حسین علیہ السلام کے قاصد و نائب تھے وہ یقیناً اچھی طرح امام حسین علیہ السلام کا مقصد کوفہ کے متعلق سمجھتے تھے.انھوں نے اچھے حالات کی خبر دی گویا وہ جانتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام ان کوفیوں کی امداد و دعوت پر ہی کوفہ آ رہے تھے اور

چاہتے تھے کہ کوفی انکی معاونت کریں..تو امام حسین علیہ السلام کو مسلم بن عقیل کے اس خط سے واضح ہو گیا. کہ امام حسین علیہ السلام کا اقدام یزید کی حکومت کے مقابلے میں تھا.اور کوفیوں کی معاونت میں تھا یہی دلیل ہے کہ امام حسین علیہ السلام یزید کو شرعی خلیفہ نہیں سمجھتے تھے....

5...جب امام حسین علیہ السللام کو مسلم بن عقیل کی شہادت کا معلوم ہوا تو واپسی کا ارادہ فرمایا..لیکن سوال یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کوفیوں کی اصلاح کی غرض سے اگر نکلے تھے (بقول سنابلی) تو پھر واپسی کا ارادہ کیوں فرمایا.. کیا موت سے ڈر گئے تھے.ایسا تو ممکن نہیں کیونکہ سنابلی صاحب نے روایت نقل کرکے صحیح کا حکم لگایا ہے . کہ جب امام حسین علیہ السلام کا ارادہ مکہ سے کوفہ کا بنا تو عبد اللہ بن عباس رض نے گفتگو کی جواباً امام حسین علیہ السلام نے فرمایا.مکہ کی بے حرمتی سے بہتر ہے کہ میں فلاں فلاں مقام پر قتل. کر دیا جاؤں.....تو امام حسین علیہ السلام نے جب مسلم بن عقیل کو حالات کی خبر لینے بھیجا تھا اسی وقت سے امام حسین علیہ السلام شہادت پر مطلع و آمادہ تھے.اور اسکی پیشنگوئی رسول اللہ (ص) فرما چکے تھے..((بی بی ام سلمہ فضائل الصحابہ...علی علیہ السلام مسند امام احمد بن حنبل حکم وصی اللہ بن عباس اور احمد الزین .. صحیح)).... تو جب امام حسین علیہ السلام موت کا سفر فرما رہے تھے اور مسلم بن عقیل کو اپنے مقصد میں

شریک فرما چکے تھے اور وہ بھی جان قربان کر گئے تو اب امام حسین علیہ السلام کو موت کا خوف تو تھا نھیں پھر امام حسین علیہ السلام نے واپسی کا ارادہ کیوں فرمایا... کیونکہ اگر بقول سنابلی صاحب وہ کوفہ میں اصلاح کی غرض سے آرہے تھے تو اب اس مقصد میں شہادت بھی دے چکے تھے تو اب انھیں ہر حال میں کوفہ داخل ہونا چاھیئے تا کہ اپنے مقصد کو حاصل کریں...پھر واپسی کا ارادہ کیوں کیا..... اور جہاں تک رہا مسلم بن عقیل کی شہادت کا قصہ تو وہ عبید اللہ بن زیاد نے انھیں شہید کیا تھا((سنابلی صاحب بھی اسکے معترف ہیں))... کوفی عوام نے تو شہید نھیں کیا تھا..زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جسطرح کوفیوں کو مسلم بن عقیل کی مدد کرنی چاھیئے تھی اسطرح مدد نہ کی.. لیکن شہید تو پھر بھی نھیں کیا...تو معلوم ہوا کہ جس مدد کی توقع پر امام حسین علیہ السلام آرہے تھے..اب اس کوفی عوام اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان یزیدی حکومت دخل انداز ہو گئی تھی. گویا یھاں اگر سنابلی صاحب کی بات تسلیم کی جائے کہ امام حسین علیہ السلام نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو پھر اسکا مطلب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا اقدام حکومت کیخلاف کوفیوں کی حمایت میں ہی تھا جبتک حالات سازگار تھے تبتک امام حسین علیہ السلام کا سفر جاری رہا جب حالات حکومت نے بگاڑے تو امام حسین علیہ السلام نے مزید کوفیوں کے یکجا ہونے کی غرض سے واپسی کا ارادہ فرمایا.....

6.....امام حسین علیہ السلام حضرت عبد اللہ بن عباس رض کو فرماتے ہیں کہ میری وجہ سے مکہ کی حرمت پامال نہ ہو بھتر ہے میں فلاں فلاں مقام پر شہید کیا جاؤں...یھاں سوچنے کا مقام ہے کہ مکہ میں امام حسین علیہ السلام کو کس سے جان جانے کا خوف تھا. سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ کوفیوں سے خوف تھا کہ وہ قتل کرینگے.لیکن یہ ممکن کیسے ہے. کوفیوں کے امام حسین علیہ السلام کو خطوط کی بنیاد ہی یہ تھی کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت نھیں کی.اور امام حسین علیہ السلام کو مسلم بن عقیل کیطرف سے پیغام مل چکا تھا کہ حالات سازگار ہیں یعنی کوفی اپنے وعدے پر قائم ہیں. تبھی امام حسین علیہ السلام نے سفر شروع فرمایا اب اس موقع پر انھیں کوفیوں سے جان کا خوف کیونکر ہو گا... کیونکہ کوفیوں نے امام حسین علیہ السلام کو یزید کی بیعت نہ کرنے پر کبھی مجبور ہی نھیں کیا تھا کہ اب اگر امام حسین علیہ السلام بیعت کرینگے تو کوفی دشمن بنیں گے..یہ بیعت نہ کرنا تو امام حسین علیہ السلام کی رضا و رغبت سے تھا..لہذا یھاں اگر جان کو خوف ہو گا تو وہ حکومت سے ہو گا کہ جسکی بیعت نھیں کی جبکہ خصوصی بیعت کا مطالبہ کیا گیا تھا...اور اسکی عملی مثال بعد میں مدینہ و مکہ کے حالات سے ظاہر ہے.حکومت نے حرمین پر حملہ. کیا کہ جب بیعت کو توڑا گیا... گویا امام حسین علیہ

السلام حضرت عبد اللہ بن عباس رض کو فرماتے ہیں کہ حکومت اب میرے قتل پر آمادہ ہے اور وہ اس مشن میں اتنے شدید ہیں کہ مکہ کی حرمت کی بھی پرواہ نہیں کی جائے گی..مگر اس سب کے باوجود ایک بات قابلِ غور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے امام حسین علیہ السلام کو یزید کی بیعت کا مشورہ نہیں دیا.. کیونکہ وہ جانتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام جان تو دے سکتے ہیں لیکن یزید کی بیعت نہیں کر سکتے..

نتیجہ..لہذا ایسے موقع پر کہ جب امام حسین علیہ السلام نے اپنے مقصد میں مسلم بن عقیل کو بھی شہید کرونا گوارا کر لیا ..تو اب بیعتِ یزید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا. کیونکہ بیعت رضا و رغبت کا نام ہے نہ امام حسین علیہ السلام نے مدینہ و مکہ میں بیعت کی. نہ اپنی بیعت کا پیغام کوفیوں تک بواسطہ خط و مسلم بن عقیل پہنچایا نہ ہی امام حسین علیہ السلام کے قاصد مسلم بن عقیل نے کوفہ آ کر امام حسین علیہ السلام کے مقصدِ اصلاح کیلیئے کسی کو متوجہ کیا کہ وہ حکومت کو تسلیم کریں..نہ ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے امام حسین علیہ السلام کو اسطرف متوجہ کیا کہ آپ بیعت کرکے کوفیوں کی اصلاح کا پہلا قدم اٹھائیں...نہ ہی امام حسین علیہ السلام نے واپسی کے ارادے سے قبل کوفیوں کیلیئے یہ پیغام آگے پہنچایا کہ تم حکومت کو تسلیم کر لو.اور سنابلی صاحب پوری محنت کرکے کوئی ایک روایت پیش کریں کہ جسمیں امام حسین علیہ السلام نے

کسی ایک کو بھی یزید کی بیعت کیلیئے آمادہ کیا ہو..دورانِ سفر یا قبل و بعدِ سفر.. سنابلی صاحب نے لکھا کہ خطوط لکھنے والوں نے شہید کیا تا کہ یہ یزید کے پاس جا کر ہماری شکایت نہ کریں.لیکن کوفیوں کو آخر یہ خوف کیونکر ہوا.یعنی امام حسین علیہ السلام تو پہلے ہی جانتے تھے کہ کوفیوں نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے.اور سنابلی صاحب کیمطابق وہ کوفیوں کو بیعت پر آمادہ کرنے آئے تھے.لیکن سنابلی صاحب نے ایک جملہ بھی نو سو صفحات میں امام حسین علیہ السلام سے مروی نہیں لکھا کہ جب انھوں نے کوفہ کے خطوط لکھنے والوں کو فرمایا ہو کہ میں تمھیں یزید کی بیعت کی دعوت دینے آیا ہوں اور بدلے میں کسی کوفی نے کہا ہو کہ پھر آپ نے بیعت کیوں نہیں کی اور جواباً امام حسین علیہ السلام نے بیعت نہ کرنے کی وجہ بتائی ہو اور فرمایا ہو کہ اگر تمھارا یہی عذر ہے تو میں بیعت پر آمادہ ہوں لہذا تم بھی بیعت کرو..اسکے برعکس خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کو کوفیوں نے دھوکا دیا.دھوکے کا مطلب ہی یہ ہے کہ جس وعدے کی بنا پر بلایا اسکی وفا نہیں کی..تو اس سے ظاہر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کا کوفیوں سے یہ مطالبہ تھا ہی نہیں کہ وہ یزید کی بیعت کریں کیونکہ یہ وعدہ کبھی کوفیوں نے کیا ہی نہیں تھا..بلکہ اس سے واضح ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا کوفیوں سے تقاضا امداد کا تھا وعدہ وفائی کا تھا..اور وہ وعدہ حکومت کیخلاف اقدام میں مدد کا تھا...یہ تمام باتیں چیخ

چیخ کر بتا رہی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے کبھی یزید کی بیعت کا ارادہ نھیں کیا..نہ صراحتاً نہ اشاراتاً نہ کنایتاً.....اگر یہ تمام باتیں صحیح ہیں تو بیعت والی بات ناقابلِ تسلیم ہے اور اگر بیعت والی بات قبول کیجائے تو ان تمام باتوں کا انکار کرنا ہو گا....اب سنابلی صاحب نے دونوں باتیں اپنی کتابیں میں یکجا کی ہیں..وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ کس بات کو ماننا ہے اور کس کا انکار کرنا ہے...

امیر المومنین... سنابلی صاحب نے ایک مقام پر لکھا کہ امام حسین علیہ السلام نے یزید کو امیر المومنین کہا ہمنے ثابت کیا کہ وہ روایت ہی منقطع ضعیف ہے..پھر سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابنِ کثیر نے بھی یزید کو امیر المومنین لکھا ہے.جی بالکل لکھا ہے لیکن اسی کتاب کے اسی باب میں یزید کو ظالم و شرابی بھی لکھا ہے اسی کتاب میں یزید کو ناصبی بھی لکھا ہے.....اسی طرح اوپر ایک حوالہ ہمنے جمھرہ انساب العرب امام ابنِ حزم کا دیا انھوں نے بھی یزید کو امیر المومنین لکھا ہے لیکن وہیں یزید کو ظالم و قاتلِ اصحاب و امام حسین علیہ السلام بھی قرار دیا ہے..لہذا کہیں امیر المومنین کا لفظ یزید کے لیئے نظر آئے تو اسکا مطلب صرف مسلمانوں کا حکمران ہو گا... کیونکہ محدثین نے یہ لفظ لکھکر اسکے عیوب بیان کیئے ہیں....

واقعہ کربلا کے مراحل ((سنابلی))..

دوسرا مرحلہ: قیامِ مکہ:

مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ پہنچے اور کوفیوں نے سنا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ابھی تک بیعت نہیں کی ہے تو ان کوفیوں نے حسین رضی اللہ عنہ کا استعمال کر کے ایک بار پھر اُمت میں خون ریزی کا پروگرام بنایا اور اس کی خاطر حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے کہ آپ ہمارے پاس آجائیں، ہم آپ ہی کو خلیفہ مانیں گے۔

[1] صحيح البخاري (٧/ ٨)

حسین رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر خطرے کی بو سونگھ لی اور فیصلہ کیا کہ اہلِ کوفہ جس برے اقدام کا ارادہ رکھتے ہیں، انھیں اس اقدام سے روکنا چاہیے اور ان کی اصلاح کرنی چاہیے، تاکہ امت میں اتحاد و اتفاق باقی رہے اور کسی قسم کا فتنہ رونما نہ ہو، اس غرض سے آپ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا۔ آپ کی نیت اگرچہ نیک اور مخلصانہ تھی، مگر اہلِ کوفہ کو کنٹرول کرنا آسان کام نہیں تھا، اسی لیے خیرخواہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ آپ نے بھی ان مشوروں میں وزن محسوس کیا اور کوفہ کی صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو شروع شروع میں اہلِ کوفہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ یہ دیکھ کر مسلم بن عقیل نے حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ دیا کہ آپ آسکتے ہیں۔ خط ملتے ہی حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

تیسرا مرحلہ: کوفہ روانگی:

آپ کوفہ روانہ ہوئے اور ادھر اہلِ کوفہ نے مسلم بن عقیل پر دباؤ ڈال کر اُن سے عبیداللہ بن زیاد کو قتل کروانا چاہا، لیکن کامیاب نہ ہوئے، پھر اہلِ کوفہ نے مسلم بن عقیل کی امارت میں ایک لشکر تیار کیا اور گورنر ہاؤس پر حملہ کر دیا اور عین وقت پر مسلم بن عقیل کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے، پھر مسلم بن عقیل گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے۔ حسین رضی اللہ عنہ راستے ہی میں تھے کہ انھیں اس قتل کی خبر ملی۔ یہ خبر ملتے ہی آپ نے واپسی کا فیصلہ کیا، لیکن جو کوفی آپ کو مکہ سے لینے کے لیے آئے تھے، انھوں نے ایک طرف تو مسلم بن عقیل کے بھائیوں کو انتقام کا نعرہ دیا اور دوسری طرف حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں، آپ کا مقام ومرتبہ کچھ اور ہے، آپ چلیں، آپ کے ساتھ خیر کا سلوک ہوگا۔ مجبوراً حسین رضی اللہ عنہ کو سفر جاری رکھنا پڑا۔

کوفہ کے قریب پہنچے تو بعض اعرابیوں سے معلوم ہوا کہ کوفہ کے حالات انتہائی نازک ہیں اور وہاں جانا بہت خطرناک ہے۔ یہ سن کر حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی راہ چھوڑ کر سیدھا دمشق جانے کی ٹھان لی، جہاں یزید بن معاویہ موجود تھے۔

امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت سے آشنا تھے (سنابلی صاحب)).

قال: سمعت الحسين يومئذ، وهو يقول، فذكره"[1]

دوسری سند ذکر کرتے ہوئے کہا:

"حدثني زكرياء بن يحيىٰ الضرير، قال: حدثنا أحمد بن جناب المصيصي قال: حدثنا خالد بن يزيد بن عبد الله القسري قال: حدثنا عمار الدهني قال: قلت لأبي جعفر: حدثني عن مقتل الحسين حتى كأني حضرته، قال: ... فذكره"[2]

اصولِ حدیث کے معیار پر ان دونوں سندوں میں سے کوئی سند صحیح نہیں ہے، لیکن چونکہ حسین رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بیان کو سنی اور شیعہ رواۃ نے بالاتفاق نقل کیا ہے، اس لیے یہ کافی حد تک درست معلوم ہوتا ہے، بلکہ بعض صحیح روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چناں چہ امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۰) نے کہا:

"حدثنا علي بن عبد العزيز، ثنا إسحاق، ثنا سفيان، عن إبراهيم بن ميسرة، عن طاوس، قال: قال ابن عباس: استأذنني حسين في الخروج، فقلت: لولا أن يزري ذلك بي أو بك لشبكت بيدى في رأسك، قال: فكان الذي ردَّ عليَّ أن قال: لأن أُقتلَ بمكان كذا وكذا أحب إلي من أن يُستحلَّ بي حرم الله ورسوله. قال: فذلك الذي سلىٰ بنفسي عنه"[3]

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے (کوفہ کی طرف) روانگی کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا: اگر میری اور آپ کی شان کے خلاف نہ ہوتا تو میں آپ کو پکڑ مضبوطی سے کر رکھتا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس پر حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں فلاں فلاں مقام پر قتل کر دیا جاؤں، یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ میری وجہ سے مکہ کی حرمت پامال ہو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ بات کہہ کر حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے مطمئن کر دیا۔"

[1] تاريخ الطبري (۳/ ۳۳۳)

[2] تاريخ الطبري (۵/ ۳۸۹)

[3] المعجم الكبير للطبراني (۳/ ۱۱۹) و إسناده صحيح.

مکمل روایت....سنابلی صاحب نے جب اس روایت کو نقل کیا اور اسے صحیح ثابت کیا تو انکی ذمہ داری تھی کہ مکمل روایت نقل کرتے کیونکہ روایت اگر صحیح ہے تو مکمل صحیح ہے..سنابلی صاحب نے صرف یہی نقل کیا کہ امام حسین علیہ السلام دمشق جانا چاہتے تھے اور یزید کی بیعت کرنا چاہتے تھے..آیئے ہم مکمل روایت یہاں نقل کرتے ہیں..لفظ با لفظ مکمل روایت نیچے اسکین پیپر میں پڑھی جائے..یہاں میں چند نکات کا زکر کرونگا. انشاءاللہ

اس روایت کے چند نکات...

1...اھلِ کوفہ سے ایک لاکھ خطوط امام حسین علیہ السلام کو بھیجے گئے....اب ہم سنابلی صاحب سے پوچھتے ہیں آپ اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ اھلِ کوفہ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی.لہذا ان ایک لاکھ اور پھر عبد اللہ بن زبیر رض اور امام حسین علیہ السلام مع اھلِ خانہ نے جب یزید کی بیعت ہی نہیں کی تو آپنے اس پر اجماع کا دعویٰ کیسے کر دیا.. کیا یہی اجماع ہوتا ہے...

2...مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر کے.اور لوگ ان سے ملنے آنے لگے.. جب ابنِ زیاد کو معلوم ہوا تو اس نے جنابِ ہانی کو عصا سے مارا پھر گرفتار کیا اور قتل کر دیا....سنابلی صاحب سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جب اھلِ کوفہ مسلم بن عقیل سے ملتے تھے تو ابنِ زیاد کو

کیا مسئلہ تھا.. کیا ان کا آپسمیں میں ملنا غیرِ شرعی و قابلِ گرفت تھا..اگر سنابلی صاحب کہیں کہ وہ حکومت کیخلاف پلاننگ کرتے تھے اسلیئے حکومت کو دخل اندازی کرنی پڑی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ جو مقصد امام حسین علیہ السلام کے قاصد یعنی مسلم بن عقیل کا تھا وہی مقصد امام حسین علیہ السلام کا تھا..لہذا یہاں سے امام حسین علیہ السلام کا مقصد عیاں ہو گیا کہ حکومت کو بھی معلوم تھا کہ وہ حکومت کیخلاف کوفیوں کی امداد کیلیئے آئے ہیں...اسی لیئے حکومت نے اتنا تشدد کیا کہ جنابِ ہانی کو گرفتار بھی نھیں بلکہ قتل ہی کر دیا صرف اسلیئے کہ انکا گھر استعمال ہوا تھا...

3...جب مسلم بن عقیل مسجد میں تھے تو ابنِ زیاد نے مسجد کی چھت کو اکھاڑا اور ستونوں کو آگ لگائی...سنابلی صاحب آخر ابنِ زیاد کی جنابِ مسلم بن عقیل سے دشمنی کیا تھی. اور مسلم بن عقیل. کو اگر گرفتار ہی کرنا تھا تو حکومتی فوج مسجد کو گھیر لیتی اور مسلم بن عقیل کو باھر آنے پر آمادہ کرتی.لیکن مسجد کی بیحرمتی کی کیا ضرورت تھی...

4...جب ابنِ زیاد نے مسلم بن عقیل پر قابو پایا تو کہا....ہاں اے ابنِ مطلقہ.....سنابلی صاحب کیا آپ اس جملہ کی وضاحت کر سکتے ہیں... صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جب نبی(ص)نے حدیثِ ثقلین میں اھلبیت کیساتھ ہونے کی وصیت کی تو صحابی نے اھلبیت کا مصداق جنابِ عقیل کی اولاد کو بھی قرار دیا((صحیح مسلم)) ..یہ مسلم بن

عقیل نبی (ص) کے خاندان کے فرد تھے.. حسین علیہ السلام کے چچا زاد بھائی اور قاصد تھے..انھیں نسب کی گالی دینا بنی ھاشم کو. گالی دینا ہے اور نبی (ص) بنی ھاشم تھے...

5...پھر کہا تم اسلیئے آئے تھے کہ مجھ سے حکومت چھین لو...سنابلی صاحب اس دور کا یزید کا وفادار گورنر خود اقرار کر رہا ہے اور جس روایت میں اقرار ہے وہ آپکے نزدیک صحیح ہے. وہ اقرار کر رہا ہے کہ قاصدِ حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ حکومت کو ہٹانے آئے ہیں.. اور سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ نھیں امام حسین علیہ السلام تو کوفیوں کو یزید کی بیعت پر آمادہ کرنے آئے تھے..اب ہم ابنِ زیاد کی مانیں جو اسوقت موجود تھا اور اس معاملے میں خصوصی طور پر یزید نے اسے کوفہ بھیجا تھا..یا پھر آج سنابلی صاحب کی مانیں...

6....ابنِ زیاد نے مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا...سنابلی صاحب کیا گورنر کو اتنا اختیار ہے کہ وہ اھلبیت کے فرد کو بغیر حاکم کی اجازت کے قتل کر دے.اور وہ بھی وہ فرد جو امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہو.. کیونکہ جب مسلم بن عقیل کو گرفتار کر لیا گیا تھا تو ان سے متعلق امام حسین علیہ السلام سے رجوع کیا جا سکتا تھا کہ یہ آپ کا قاصد یھاں کس مقصد کیلیئے آیا ہے..یا پھر مسلم بن عقیل کو شام بھی بھیجا جا سکتا تھا جیسے امام حسین علیہ السلام کے لواحقین کو بھیجا گیا تھا..لیکن فوراً اقدام کی وجہ کیا تھی..

7...ابنِ زیاد نے تمام راہیں بند کر دیں نہ کوئی آ سکتا ہے نہ کوئی جا سکتا ہے..سنابلی صاحب امام حسین علیہ السلام اور کوفیوں کے درمیان تو حکومت حائل ہے.اور وہ بھی حکومت پر ایسا شخص جو ظالم ہے جسے نہ مسجد کا احترام ہے نہ اھلبیت کا لحاظ..اب اس صورت میں کوفی امام حسین علیہ السلام سے نہ مل سکیں تو پھر عہد شکنی کا الزام صرف کوفیوں کو دیکر حکومت کو ظالم کیوں نہیں کہا جاتا....اور سوچنے کا مقام یہ ہے کہ خط عوام نے لکھے امام حسین علیہ السلام ملنے بھی عوام سے آئے درمیان میں حکومت نے کیوں دخل اندازی کی..اسکا اس معاملے سے کیا تعلق تھا سوائے اسکے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ تمام اقدام حکومتِ وقت کیخلاف ہے....

8...ابنِ زیاد نے جن لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کیطرف بھیجا.ان سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یزید کیطرف جانے دو کہ میں اس کی بیعت کر لوں.انھوں نے جواباً کہا کہ ابنِ زیاد کے حکم کے بغیر یہ نہیں ہو سکتا.....سنابلی صاحب امام حسین علیہ السلام جوانانِ بہشت کے سردار ہیں.اگر ان کے پاس جانا ہی تھا یا کسی کو بھیجنا ہی تھا تو غلامی کی صورت میں بھیجنا تھا...تا کہ امام حسین علیہ السلام کو مہمان بنا کر کوفہ میں لایا جائے.لیکن ابنِ زیاد نہ خود گیا نہ ہی فوج کو غلام بنا کر بھیجا بلکہ فوج نے اپنا حکم امام حسین علیہ السلام پر نافذ کیا...جس یزید کی فوج مدینہ میں حملہ کرکے سب کو

تھس نھس کر سکتی ہے..جس یزید کی فوج مسلم بن عقیل کے اعوان پر قبضہ پا سکتی ہے.. کیا سنابلی صاحب یہ بتائینگے کہ وہی فوج امام حسین علیہ السلام کو باحفاظت ابنِ زیاد کے دربار تک کیوں نھیں لا سکی..... جس ابنِ زیاد کے خوف سے کوفیوں نے مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیا((اسی روایت میں درج ہے)).. جو ابنِ زیاد اتنا طاقتور ہے کہ راستوں کو بند کر دے اور کوئی آنے جانے کی جرات نہ کر سکتا ہو.. اس ابنِ زیاد کی فوج کے سامنے کن کی ھمت تھی جو امام حسین علیہ السلام کو ابنِ زیاد کے دربار تک نہ پھنچنے دیتے..اور سنابلی صاحب کے بقول اگر چند لوگ غالب آگئے اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا..تو کیا ابنِ زیاد کی فوج نے امام حسین علیہ السلام کا دفاع کیا..اگر کیا اور پھر بھی چند لوگ امام حسین علیہ السلام کے اعوان اور ابنِ زیاد کی فوج پر غالب آگئے..تو کیا ابنِ زیاد جو کہ مسلم بن عقیل کو بے جرم شہید کر چکا تھا اسنے کوئی اقدام کیا کہ میری حکومت میں میری فوج کیساتھ ساتھ ابنِ رسول اللہ(ص) کو شہید کر دیا گیا اب میں خبر لونگا...لہذا یہ روایت تو چیخ رہی ہے کہ حکومت نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کروایا...اور آپ ابنِ زیاد و یزید کا دفاع کر رہے ہیں....

تعجب...سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ ابنِ زیاد نے اجازت دیدی تھی کہ امام حسین علیہ السلام کو یزید کے پاس جانے دو....سنابلی صاحب آپکی نو سو صفحہ کی کتاب میں کسی ایک

صحیح روایت میں آپنے نشاندھی نھیں کی جسمیں ابنِ زیاد کا اجازت دینا لکھا ہو...اب آپکے گمان کو ہی اگر ماننا ہے تو ہم محدثین سے پوچھ لیتے ہیں کہ انکی اس بارے میں کیا رائے ہے.

ذخائر العرب

٣٠

تاريخ الطبري

تاريخ الرسل والملوك

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

٢٢٤ – ٣١٠ هـ

الجزء الخامس

تحقيق

محمد أبو الفضل إبراهيم

الطبعة الثانية (معدلة ومنقحة)

دار المعارف بمصر

حدّثنى الحسين بن نصر قال : حدّثنا أبو ربيعة، قال: حدّثنا أبو عَوانة، عن حصين بن عبد الرحمن قال : بلَغنا أنّ الحسين عليه السلام . . . ٢٨٤/٢
وحدّثنا محمد بن عمار الرازىّ ، قال : حدّثنا سعيد بن سليمان، قال : حدّثنا عباد بن العوّام قال : حدّثنا حصين ، أنّ الحسين بن علىّ عليه السلام كتب إليه أهلُ الكوفة : إنه معك مائة ألف ، فبعث إليهم مسلم بن عَقيل ، فقدم الكوفة ، فنزل دارَ هانئ بن عُروة ، فاجتمع إليه الناس ، فأخبر ابن زياد بذلك . زاد الحسين بن نَصْر فى حديثه: فأرسل إلى هانئ فأتاه ، فقال : ألم أوّقرْك ! ألم أكرمْك ! ألم أفعَلْ بك ! قال : بلى ، قال: فما جزاءُ ذلك ؟ قال : جزاؤه أن أمنعك ؛ قال : تمنعنى ! قال : فأخذ قضيبًا مكانه فضربه به ، وأمرَ فكُتِف ثم ضرب عنقه ، فبلغ ذلك مسلم بن عَقيل ، فخرج ومعه ناس كثير ، فبلغ ابنَ زياد ذلك ، فأمر بباب القصر فأغلق ، وأمر مناديًا فنادى : يا خيلَ اللهِ اركبى ، فلا أحد يجيبه ، فظنّ أنه فى ملإ من الناس .

قال حصين : فحدّثنى هلال بن يَساف قال : لقيتُهم تلك اللّيلة فى الطريق عند مسجد الأنصار ، فلم يكونوا يمرّون فى طريق يمينًا ولا شمالاً إلا وذهبت منهم طائفة ؛ الثلاثون والأربعون ، ونحو ذلك . قال : فلمّا بلغ السوق ، وهى ليلة مظلمة ، ودخلوا المسجد ، قيل لابن زياد : والله ما نرى كثيرَ أحَد ، ولا نسمع أصواتَ كثير أحد ، فأمر بسقف المسجد فقُلع ، ثم أمر بحرادىّ (١) فيها النيران ، فجعلوا ينظرون ، فإذا قريب خمسين رجلا . قال : فنزل فصعد المنبر وقال للناس : تميّزوا أرباعًا أرباعًا ؛ فانطلق كلّ قوم إلى رأس رُبْعهم ، فنهض إليهم قومٌ يقاتلونهم، فجُرح مسلم جِراحةً ٢٨٥/٢
ثقيلة ، وقتل ناس من أصحابه ، وانهزموا ؛ فخرج مسلم فدخل داراً من دُور كِندة ، فجاء رجل إلى محمد بن الأشعث وهو جالس إلى ابن زياد ، فسارّه ، فقال له : إنّ مسلمًا فى دار فلان ، فقال ابن زياد : ما قال لك ؟ قال : إنّ مسلما فى دار فلان ، قال ابن زياد لرجلين : انطلقا فأتيانى به ، فدخلا عليه وهو عند امرأة قد أوقدتْ له النار ، فهو يغسل عنه الدّماء ، فقالا

(١) فى اللسان عن ابن الأعرابى : « يقال لخشب السقف الروافد ، ولما يلقى عليها من أطنان القصب حرادى » .

له : انطلقْ ، الأميرُ يدعوك ، فقال : اعقدا لى عقداً ؛ فقالا : ما نملك ذاك ؛ فانطلق معهما حتى أتاه فأمر به فكُتِف ثمّ قال : هيهْ هيهْ يابن خليّة — قال الحسين فى حديثه : يابن كذا — جئتَ لتنزعَ سلطانى ! ثم أمر به فضربتْ عنقُه . قال حصين : فحدّثنى هلال بن يساف أنّ ابن زياد أمر بأخذ ما بين واقصةَ إلى طريق الشأم إلى طريق البصرة ، فلا يَدعون أحداً يلِج ولا أحداً يخرج ، فأقبل الحسين ولا يشعر بشىء حتى لقىَ الأعراب ، فسألهم ، فقالوا : لا والله ما ندرى ، غير أنا لا نستطيع أن نلِج ولا نخرج ؛ قال : فانطلق يسير نحوَ طريق الشأم نحو يزيد ، فلقيتْه الخيول بكَرْبَلاء ، فنزل يناشدهم الله والإسلام ، قال : وكان بعث إليه عمر بن سعد وشَمر بن ذى الجَوْشن وحُصين ابن نميم ، فناشَدهم الحسين اللهَ والإسلامَ أن يسيّروه إلى أمير المؤمنين ، فيضع يده فى يده ، فقالوا : لا ، إلا على حكم ابن زياد ؛ وكان فيمن بعث إليه الحُرّ بن يزيد الحَنْظَلىّ ثم النَّهْشَلىّ على خيل ، فلما سمع ما يقول الحسين قال لهم : ألا تقبلون من هؤلاء ما يَعرِضون عليكم ! والله لو سألكم هذا التُّرك والدَّيْلم ما حلّ لكم أن تردّوه ! فأبَوْا إلا على حكم ابن زياد ، فصرف الحرُّ وجهَ فرسه ، وانطلق إلى الحسين وأصحابه ، فظنوا أنه إنما جاء ليقاتلَهم ، فلما دنا منهم قلب تُرسَه وسلّم عليهم ، ثمّ كرّ على أصحاب ابن زياد فقاتلهم ، فقتل منهم رجلين ، ثم قتِل رحمة الله عليه . ٢٨٦/٢

وذكر أن زُهير بن القيْن البَجلىّ لقى الحسينَ وكان حاجًّا ، فأقبل معه ، وخرج إليه ابن أبى بحريّة المرادىّ ورجلان آخران وعمرو بن الحجّاج ومعن السُّلمىّ ؛ قال الحصين : وقد رأيتهما .

قال الحصين : وحدّثنى سعد بن عبيدة ، قال : إنّ أشياخًا من أهل الكوفة لَوُقوف على التلّ يبكون ويقولون : اللهم أنزِل نصرك ، قال : قلت : يا أعداء الله ، ألا تنزلون فتنصرونه ! قال : فأقبل الحسين يكلّم من بعث إليه ابن زياد ، قال : وإنى لأنظر إليه وعليه جبّة من بُرُود ، فلما كلّمهم انصرف ، فرماه رجلٌ من بنى تميم يقال له : عمر الطُّهَوىّ بسهم ، فإنى لأنظر إلى السهم بين كتفيه متعلّقًا فى جبّته ، فلما أبوْا عليه رجع إلى مصافّه ، وإنى لأنظر إليهم ،

(١) ط : « نمر » ، وانظر الفهرس .

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد چہارم

حضرت امیر معاویہؓ تا سلیمان بن عبدالمالک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

مسجد کی بے حرمتی:

دوسری روایت یہ ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اہل کوفہ نے لکھا تھا کہ ایک لاکھ آدمی آپ کے ساتھ ہیں آپ نے مسلم بن عقیل کو روانہ کیا۔ مسلم کوفہ میں آئے اور ہانی بن عروہ کے گھر میں اترے۔ مسلمؓ کے پاس لوگ جمع ہونے لگے اور ابن زیاد کو خبر ہوگئی اس نے ہانی کو بلا بھیجا اور کہا میں نے تم کو انعام نہیں دیا۔ تمہارا اکرام نہیں کیا تمہارے ساتھ یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا؟ ہانی نے کہا ہاں ایسا کیا۔ اس نے پوچھا پھر اس کا عوض۔ ہانی نے جواب دیا۔ اس کا عوض یہ ہے کہ میں تم کو بچالوں گا۔ کہنے لگا تم مجھ کو بچالو گے اور وہیں عصا اٹھا کر ہانی کو مارنا شروع کیا۔ پھر حکم دیا کہ ان کی مشکیں کس لی جائیں اور پھر گردن ماری گئی۔ یہ خبر مسلم کو پہنچی اور وہ ایک انبوہ کثیر کو ساتھ لے کر نکلے۔ ابن زیاد نے جو یہ سنا تو قصر کرفہ کا پھاٹک بند کروا دیا اور ایک منادی کو حکم دیا اس نے ندا کی اے لشکر خدا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ' کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو گمان ہوگیا کہ وہ گھر گیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسی شب کو مسجد انصار کے پاس میں نے مسلم کو اور ان کے انصار کو دیکھا کہ جہاں داہنے بائیں کوئی راہ پاتے تھے۔ تیس تیس چالیس چالیس آدمی ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوتے جاتے تھے۔ جب اندھیری رات میں مسلمؓ بازار تک پہنچے اور کچھ لوگ مسجد کے اندر بھی چلے گئے۔ تو ابن زیاد سے کسی نے کہا ہمیں تو واللہ نہ کوئی مجمع معلوم ہوتا ہے نہ کسی مجمع کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اس نے حکم دیا مسجد کی چھت اکھاڑ ڈالی گئی اور بانس کی جالیاں جو مسجد میں تھیں ان میں آگ لگا دی گئی۔ تاریکی دفع ہوئی تو دیکھا کہ مسجد میں کوئی پچاس آدمی ہیں۔ یہ دیکھا کر ابن زیاد اتر آیا اور منبر پر گیا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ الگ الگ ہو جائیں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے رئیس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور انصار مسلمؓ سے لڑنے لگے۔ مسلمؓ بری طرح زخمی ہو گئے۔ ان کے انصار میں سے کچھ لوگ قتل ہو گئے باقی بھاگ گئے۔ مسلمؓ وہاں سے نکلے اور بنی کندہ کے محلہ میں ایک جگہ میں چلے گئے۔ محمد بن اشعث' عبیداللہ بن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر اس سے چپکے چپکے یہ خبر بیان کی کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا اس نے کیا کہا۔ ابن اشعث نے کہہ دیا یہ کہتا ہے کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہے۔

شام و بصرہ کے راستوں کی ناکہ بندی:

ابن زیاد نے دو شخصوں کو مسلم رضی اللہ عنہ کے آنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں مسلمؓ کے پاس گئے۔ دیکھا کہ وہ ایک ضعیفہ کے یہاں ہیں۔ اس نے ان کے لیے آگ سلگائی ہے۔ کہ اپنے بدن سے خون دھوئیں۔ دونوں کہنے لگے چلو امیر نے تم کو بلایا ہے۔ مسلمؓ نے کہا تم مجھ سے کچھ عہد و پیمان تو کرلو۔ انھوں نے کہا ہمیں اس کا اختیار نہیں ہے۔ مسلمؓ ان دونوں شخصوں کے ساتھ ابن زیاد کے

پاس چلے گئے۔ اس نے حکم دیا اور مشکیں کس لی گئیں۔ پھر کہنے لگا۔ ہاں اے پسر مطلقہ تو اس لیے آیا تھا کہ میری سلطنت مجھ سے چھین لے اس کے بعد اس نے حکم دیا۔ ان کی گردن ماری گئی۔ پھر یہ حکم دیا کہ واقصہ سے شام اور بصرہ تک کی راہیں بند کر دی جائیں نہ کسی کو اس راہ سے آنے دیں نہ جانے دیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کو ان باتوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ اسی طرف آ رہے تھے۔ کچھ اعرابی راہ میں ملے۔ آپ نے ان سے حال پوچھا۔ انھوں نے کہا اور تو کچھ ہمیں معلوم نہیں سوا اس کے کہ نہ ہم کہیں جا سکتے ہیں نہ آ سکتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے یزید کے پاس چلے جانے کے لیے شام کا رخ کیا۔ کربلا میں سواروں نے گھیر لیا۔ آپ اتر پڑے اور ان لوگوں کو خدا دین کا واسطہ دینے لگے۔

ابن زیاد کے حکم کی تعمیل پر اصرار:

ابن زیاد نے عمر بن سعد و شمر بن ذی الجوشن و حصین بن نمیر کو بھیجا تھا آپ نے ان کو خدا و دین کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے امیر المومنین کے پاس چلا جانے دو اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوا اس کے کہ ابن زیادہ کے حکم پر تم راضی ہو جاؤ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور جن لوگوں کو ابن زیاد نے بھیجا تھا ان میں حر بن یزید نہشلی بھی ایک رسالہ کے رئیس تھے۔ انہوں نے جب حسین رضی اللہ عنہ کی درخواست کو سنا تو ان لوگوں سے کہنے لگے۔ کیا تم ان کی درخواست کو قبول نہ کرو گے واللہ اگر ترک و دیلم میں سے کوئی بھی یہ درخواست تم سے کرتا تو اس کا بھی رد کرنا تم کو جائز نہ تھا۔ انھوں نے حکم ابن زیاد کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا۔ حر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھوڑے کا منہ پھیر دیا۔ اور حسین رضی اللہ عنہ اور انصار حسین رضی اللہ عنہ کی طرف چلے۔ یہ لوگ سمجھے کہ حر ہم سے لڑنے کو آ رہا ہے۔ حر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے قریب آ کر اپنی سپر الٹی کر لی۔ اور سب کو سلام کیا اس کے بعد ابن زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے دو شخصوں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ خدا ان پر رحمت کرے۔

عبید اللہ بن زیاد محدثین کی نظر میں...

..1..امام ابنِ حجر عسقلانی..2..امام سبکی...3...امام اصفھانی...4...ابنِ صلاح....

5...امام ابنِ شہاب الدین حنبلی....6...علامہ برزنجی..7...امام وزیر یمانی..

8...شعیب الارناؤط....9...امام ابنِ تیمیہ...10..محقق عبد المعطی...

ان تمام بزرگواروں نے مختلف الفاظ و انداز میں عبید اللہ بن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کا قاتل قرار دیا...امام اصفھانی تو فرماتے ہیں کہ اھلِ نقل سے یھی بات ثابت ہے جس سے انکار نھیں کہ امام حسین علیہ السلام کو شہید ابنِ زیاد نے کیا اور اللہ کی لعنت ہو اس پر.....امام وزیر یمانی فرماتے ہیں عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سود حکومتِ رائے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دے تو اسے حکومت دیجائے گی.اور حاشیہ میں شعیب الارناؤط لکھتے ہیں کہ امام ابنِ تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ یزید نے کہا تھا کہ اللہ لعنت کرے ابنِ مرجانہ پر کہ میں اس کی جگہ ہوتا تو رحم کرتا امام حسین علیہ السلام کو شہید نہ کرتا..

سنابلی صاحب کا عبید اللہ بن زیاد کیلیئے دفاعی موقف..... سنابلی صاحب نے صحیح بخاری و ترمذی کی اس روایت پر مفصل بحث کی ہے کہ جسمیں ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ

السلام کے سرِ اقدس کی توھین کی ہے..اور سنابلی صاحب نے تمام مترجمین و شارحین کو باطل پر قرار دیا ہے کہ اس روایت میں گستاخی کا نام و نشان بھی نھیں ہے...اور لغت کی بحث کی ہے گویا سنابلی صاحب بتانا چاھتے ہیں کہ مترجمین و شارحین لغت سے نا آشنا تھے..اور پھر روایتوں پر بحث کی ہے کہ جنھیں ابنِ حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں نقل فرمایا تو سنابلی صاحب نے انھیں شاز کہکر رد کر دیا.. عجیب منطق ہے سنابلی صاحب کی کہ جب روائیتوں کو ضعیف کرنا ہوتا ہے تو راویان پر جرح و شاز کا سہارا لیتے ہیں لیکن جن روایات کو صحیح ثابت کرنا ہوتا ہے وہاں انھیں نہ جرح نظر آتی ہے نہ متن میں شاز نظر آتا ہے اسکی مثال مینے اوپر دی حدیثِ قسطنطنیہ کے ذیل میں وہاں رجوع کیا جائے.. صحیح تاریخ طبری کے محققین نے بھی ان روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے جو عبید اللہ بن زیاد کی گستاخی کی صراحت کرتی ہیں اور جنھیں ابنِ حجر عسقلانی نے نقل فرمایا تھا.. پھر سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ روایت میں جو الفاظ ہیں کہ ابنِ زیاد نے حسن کی تعریف کی تو یہ استھزاء یعنی مذاق اڑانا ہے اور پھر سنابلی صاحب امام مبارکپوری کا حوالہ دیتے ہیں کہ انھوں نے بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے یھی بات نقل کی ہے..سنابلی صاحب ان باتوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا گمان کیوں کیا جائے. کیونکہ پھلی عبارت کو سمجھنے کی کوشش کیجائے کہ ابنِ زیاد نے توھین کی ہی نھیں

تھی...تو ہماری گزارش ہے کہ جب محدثین کے کلام سے ثابت ہو گیا کہ ابنِ زیاد امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہے..اور اوپر سنابلی صاحب کی صحیح بیان کردہ روایت سے بھی ثابت ہوا کہ اسنے جنابِ ہانی کو بے جرم و خطا شہید کیا پھر مسلم بن عقیل کی گرفت کیلیئے مسجد کی بے حرمتی کی اور جنابِ مسلم بن عقیل کو نسب کی گالی دیکر شہید کر دیا.تو آخر سنابلی صاحب اس کیلیئے حسنِ ظن کی بنا پر تاویلات کا جال کیوں بچھا رہے ہیں..وہ گستاخ تھا...اور صحابہ کو بھوسا و چھوٹا و موٹا کہنے والا شخص تھا(()).. لہذا ایسے نامراد کے سامنے جب سرِ اقدس آیا تو اسوقت حسن کی تعریف کا مقام نھیں تھا بلکہ اسکے جلال کا مقام تھا اگر وہ قاتل نہ ہوتا تو اطمنان سے چھڑیاں گھمانے کی بجائے گریہ میں مبتلا ہوتا جلال میں آ کر قاتلینِ امام حسین علیہ السلام کو تلاش کرنے کا حکم دیتا کہ کیونکہ اس کی سرپرستی میں اسی کی سرزمین پر یہ واقعہ رونما ہوا تھا...بس اسنے گستاخی کی... خود سنابلی صاحب نے ترجمہ کیا ترمذی کی روایت کہ چھڑی سے اسنے امام حسین علیہ السلام کی ناک کیطرف اشارہ کیا...سنابلی صاحب کیلیئے آلِ رسول(ص) سردارِ بھشت کے کٹے سرِ اقدس کیطرف چھڑیوں سے اشارہ کرنا گستاخی نھیں ہے.....اگر اس بدبخت نے سرِ اقدس گود میں لیکر گریہ کیا تو سنابلی صاحب کوئی ایک روایت پیش کریں..ورنہ ہم نہ اس بدبخت سے حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ تاویلات کریں کیونکہ روایت کے الفاظ کا تعین منسوب

شخصیت کے کردار سے ہوتا ہے..اور وہ ظالم و قاتل و گستاخ ہے..اور ہم محدثین سے بھی سنابلی صاحب کی طرح روگرداں نہیں ہیں.. کہ سب جمہور کو چھوڑ کر سنابلی صاحب کے حسنِ ظن و قیاس کو اپنا عقیدہ بنا لیں....

دفاع کیوجہ...سنابلی صاحب کی مجبوری یہ ہے کہ ابنِ زیاد یزید کیطرف سے گورنر بنایا گیا تھا اور وہ بھی نعمان بن بشیر کی جگہ سے تعینات کیا گیا تھا اسکے پاس یزید کیطرف سے خصوصی احکامات تھے اور یزید جانتا تھا کہ کوفہ والوں نے بیعت نہیں کی..سنابلی صاحب کو بھی اقرار ہے..امام حسین علیہ السلام نے بھی بیعت نہیں کی..ابنِ زیاد جانتا تھا کہ اس نازک موقع پر امام حسین علیہ السلام کوفہ کیوں آرہے ہیں..اسی لیئے اس نے مسلم بن عقیل کو شہید کرکے کہا تھا کہ تم میری حکومت ختم کرنے آئے تھے.پھر اسی لیئے پہرے بھی لگوائیئے اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کرکے انکے سرِ اقدس کی توھین بھی کی..اسکے بعد بچے ہوئے قافلے کو یزید کے پاس بھی بھیجا جبکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اسکا یہ تمام اقدام اسکے حکم کے بغیر ہوتا تو آلِ نبی(ص) جب یزید کو ساری صورتِ حال بتائینگے تو وہ مجھ سے محاسبہ کریگا کیونکہ گورنر حاکم کے حکم سے آزاد نہیں ہوتا..لیکن یہ سب اقدام اسکا ثبوت ہے کہ اسنے سب کچھ یزید کے حکم سے کیا تھا.اور اسی کو راضی کرنے کیلیئے لٹا ہوا قافلہ اسکے

پاس بھیجا تھا...اور یزید کی رضا مندی کی سب سے بڑھکر دلیل ہے کہ اسنے ابنِ زیاد سے مواخذہ نہیں کیا....اللہ پاک سب کو سمجھ دے...

قاتلینِ امام حسین علیہ السلام سے عدم قصاص....سنابلی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ **369** سے **374** تک اس عنوان پر گفتگو فرماتے ہیں.اور چار باتیں لکھتے ہیں..

1..لوگ حضرت عثمان رض کے قصاص کیلیئے بیتاب تھے کہ قصاص کا مطالبہ بھی کیا اور قصاص نہ ملنے پر علی علیہ السلام سے جنگ بھی کی..لیکن معلوم نہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے قصاص کا مطالبہ کہیں بھی دکھائی نہیں دیتا..

2..ضعیف روایت میں موجود ہے کہ ابنِ زیاد نے قصاص لے لیا تھا..

3..کچھ صحیح روایات سے اشارہ ملتا ہے کہ قصاص لے لیا گیا ہو گا...

4...یزید نے عبیداللہ بن زیاد سے قصاص اسلیئے نہیں لیا کیونکہ ابنِ زیاد امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہی نہیں تھا....تو پھر اس سے قصاص کیوں لیا جاتا..

سنابلی صاحب کی صحیح روایت پر تبصرہ...سنابلی صاحب نے کہا کہ صحیح روایات سے اشارہ ملتا ہے کہ قصاص لے لیا گیا ہو گا.پھر روایت نقل کرتے ہیں کہ جب عبیداللہ بن زیاد کے سامنے حضرت عبد اللہ بن جعفر کے دو بیٹوں کے سر لائے گئے تو اس نے قاتلین سے

قصاص لیا..تو اس سے یہی گمان ہوتا ہے کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کے قاتلین سے بھی قصاص لے لیا ہو گا....یہاں ایک بات تو واضح ہے کہ سنابلی صاحب نے گمان سے استدلال کیا ہے ..صراحتاً روایت موجود نہیں ہے....اب جس روایت کو سنابلی صاحب نے صحیح قرار دیکر استدلال کیلیئے پیش کیا اس روایت کو ہم پڑھتے ہیں..

ہم نے روایت کو مکمل طور پر عربی و اردو تاریخ طبری سے نقل کر دیا..یہاں صرف اشارتاً نکات درج کیئے جا رہے ہیں....

1..امام حسین علیہ السلام ابنِ زیاد کی فوج سے گفتگو فرما رہے تھے.امام علیہ السلام پر کسی نے تیر پھینکا.جب ابنِ زیاد کی فوج نے کسی طرح بھی امام حسین علیہ السلام کی التجاء قبول نہ کی تو آپ پلٹے.....سنابلی صاحب ہمیشہ کہتے ہیں کہ ابنِ زیاد نے تو امام حسین علیہ السلام کی باتیں مان لی تھیں..لیکن وہ سارے احتمالات ہیں کسی بھی صحیح روایات کو سنابلی صاحب نے پیش نہیں کیا..اسکے مقابلے میں وہ جس روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں اسمیں ہمنے صراحت دکھا دی کہ امام حسین علیہ السلام کی باتیں ابنِ زیاد کی فوج نے قبول نہیں کیں..اب صحیح روایت کو مانیں یا سنابلی صاحب کے اندازوں کو...

2...ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کے پاس ایک آدمی بھیجا. کہ اگر ابنِ سعد امام حسین علیہ السلام سے قتال نہ کرے تو وہ عمر بن سعد کی گردن اڑا دے..یہ سنکر عمر بن سعد گیا اور امام حسین علیہ السلام سے قتال کیا.....سنابلی صاحب کی صحیح قرار دی گئی روایت میں اس سے زیادہ صراحت کیسے مل سکتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ عمر بن سعد نے کی تھی اور وہ بھی ابنِ زیاد کے حکم اور قتل کی دھمکی پر کی تھی مجھے حیرت ہے جس روایت کو سنابلی صاحب نے صحیح کہکر پیش کیا اسکا آخری حصہ اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کیا تو یہ ابتدائی حصہ کیوں حذف کرگئے..اور پھر اس ابتدائی حصے کا پوری کتاب میں انکار کیوں کرتے ہے...

3...جب سرِ اقدس امام حسین علیہ السلام کو ابنِ زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو لکڑی سے کہنے لگا کہ امام حسین علیہ السلام کے بال کھچڑی ہوچکے ہیں.... کیا یہی امام حسین علیہ السلام کے حسن کی تعریف ہے جو سنابلی صاحب نے مکمل باب میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے...

4..معاویہ بن ابی سفیان کا غلام کہتا ہے جب سرِ اقدس امام حسین علیہ السلام یزید کے پاس پہنچا تو اسنے کہا کہ اگر ابنِ زیاد کو یزید کیساتھ برادری ہوتی تو ایسا نہ کرتا..... اسی روایت کو ابنِ تیمیہ نے قبول کیا اور شعیب الارناؤط نے نقل کیا ...جب یزید ہی اقراری

ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنیوالا ابنِ زیاد ہے تو سنابلی صاحب کو کیوں انکار ہے...

نتیجہ..... ہم نے دس محدثین اور خود سنابلی صاحب کی صحیح پیش کردہ روایت سے ثابت کر دیا کہ عبید اللہ بن زیاد امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنیوالا ہے...اور جب وہ قاتل ثابت ہو گیا تو اس سے حسنِ ظن ختم ہو گیا...اب جن روایات میں محدثین نے ترجمہ و شرح میں وضاحت کی ہے کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس کی گستاخی کی تو یہی بات صحیح ہے....اب رہا اسکا یہ اقدام حکمِ یزید سے تھا.. تو اس سے انکار ممکن نہیں ہے.. کیونکہ امام حسین علیہ السلام صحابی بھی تھے اور آلِ نبی(ص) بھی تھے.... اور تاریخ شاھد ہے کہ اگر گورنر سے کبھی کسی صحابی کا اختلاف ہوتا ہے تو گورنر نے حاکم کو مطلع کیئے بغیر کبھی کوئی قدم نہیں اٹھایا.....حضرت ابوزر رض کا معاویہ بن ابی سفیان سے اختلاف ہوا تو اسکی خبر حضرت عثمان رض کو دی گئی.....جب حضرت حجر بن عدی رض کا اختلاف زیاد بن ابی سے ہوا تو اسکی خبر اس وقت کے حاکم امیرِ شام کو دی گئی.. کیونکہ گورنر کو یہ اختیار نہیں کہ بغیر حاکم کی اجازت کے ایک صحابی کیخلاف اقدام کرے..ابنِ زیاد کی کیا مجال کہ آلِ نبی(ص) کو شہید کرے اور حاکم سے اجازت نہ لے.. اور بالفرض اگر اختلاف ہی تھا تو ابنِ زیاد امام حسین علیہ السلام کو قید کرکے یزید

کیطرف بھیج سکتا تھا جیسے باقی بچے ہوئے خانوادے کو بھیجا تھا....اور اگر ابنِ زیاد بغیر اجازتِ یزید کے کرتا تو پھر قافلہ کو اور اوپر کی روایت و ابنِ کثیر کے کلام کیمطابق سرِ امام حسین علیہ السلام کو یزید کے پاس نہ بھیجتا...خود سنابلی صاحب کہتے ہیں ابنِ زیاد مدبر حکمران تھا کوئی بچہ نھیں تھا...تو پھر مدبر حکمران کی بغیر حاکم کی اجازت کے آلِ نبی(ص) کو شہید کریگا....اور وہ بھی بے جرم و خطا ..اور پھر کیا اسکی خبر خود ہی حاکم کو بھی دیگا... کیا یہ نھیں سوچے گا کہ حاکم مجھ سے محاسبہ کریگا...اور پھر بچے ہوئے افراد کو حاکم کے دربار میں بھیجے گا کیا وہ جانتا نھیں تھا کہ یہ افراد تمام حقائق یزید کو بتائینگے تو وہ مجھ پر گرفت کریگا.....لہذا یہ امور واضح دلیل ہیں کہ ابنِ زیاد نے سارا کام یزید کی مرضی سے کیا..... اور میں کہتا ہوں قصاص تو دور کم از کم یزید اگر ابنِ زیاد کے اس ظلم پر نالاں تھا تو اسے اپنے عھدے سے معزول ہی کر دیتا....تا کہ ابنِ زیاد دوبارہ کبھی اسی طرح کا ظلم نہ کرے.. کیا یزید نھیں جانتا ہے کہ کسی کے فعل سے راضی ہونا اس فعل میں شرکت ہے.. اور ابنِ زیاد کو معزول نہ کرنا اسکے فعل کی تائید و معاونت ہے..اب جب ثابت ہوا کہ یزید ہی امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہے..تو اس سے قصاص کا مطالبہ نھیں کیا جا سکتا تھا.. ورنہ سنابلی صاحب ہ بتائیں انھوں نے خود لکھا کہ حضرت عثمان رض کے قصاص کا مطالبہ اس عالم میں ہوا کہ قصاص نہ ملنے پر جنگیں ہوئیں تو پھر کیا وجہ ہے امام حسین علیہ

السلام اور انکیساتھ بنی ھاشم اور انصارین کوبے جرم شہید کیا گیا ..اور قصاص کا مطالبہ نھیں ہوا یہ مطالبہ نہ ہونا ہی دلیل ہے کہ حاکم خود قاتل ہے...

ناصبی باطل تاویل... کچھ نواصب یھاں یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ یزید کا قصاص نہ لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ علی علیہ السلام کا قصاص کا نہ لینا لیکن ان جاھلوں کو معلوم نھیں.

1...یزید نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کروایا جبکہ علی علیہ السلام نے حضرت عثمان رض کی حفاظت میں امام حسنین علیھم السلام کی ذمہ داری لگائی...

2..حضرت عثمان رض کے قاتلین کی شناخت نھیں تھی کہ ان سے قصاص لیا جاتا لیکن امام حسین علیہ السلام کو جس نے شہید کیا اسکی شناخت تھی کہ وہ ابنِ زیاد ہے..

3...حضرت عثمان رض کو شہید کرنیوالا حضرت علی علیہ السلام کا گورنر نھیں تھا کہ علی علیہ السلام کم از کم اسے معزول ہی کرتے واقعہ کربلا میں مجرم یزید کا گورنر تھا جسے معزول کرنا عدل تھا اور برقرار رکھنا ظلم تھا((اللہ کی لعنت ہو ظالمین پر))....

4...حضرت عثمان رض کی شہادت حضرت علی علیہ السلام کی حکومت میں نھیں ہوئی لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت یزید کی حکومت میں ہوئی...

دوسری باطل تاویل.... کچھ ناصبی یہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر گورنر کی غلطی کی ذمہ داری حاکم پر ہے تو پھر حضرت عثمان رض کے گورنر کی غلطیوں کا ذمہ دار بھی حضرت عثمان رض کو تسلیم کرنا پڑیگا.....ہم جواباً کہتے ہیں جاھلوں نے سوچا نھیں....

1...حضرت عثمان رض کے کسی گورنر نے حکومت کی فوج کو استعمال کرکے کسی صحابی اور اسکے اہل و عیال کو شہید نھیں کیا.....اگر ایسا ہوا ہے اور پھر اس گورنر سے حضرت عثمان رض نے محاسبہ نھیں کیا ہے تو آپ صحیح سند سے ثابت کر دیں...

2...ولید بن عقبہ نے شراب پی کر نماز پڑھائی..یہ حضرت عثمان رض کا کوفہ میں گورنر تھا. شراب پینا اسکا ذاتی فعل تھا جسمیں حکومتی طاقت کو اس نے استعمال نھیں کیا تھا. مگر پھر بھی جب حضرت عثمان رض کو اسکی حرکت کا علم ہوا تو انھوں نے ولید بن عقبہ پر حد جاری کی((مسلم شریف))....اب ناصبی بتائیں کہ خلفائے راشدین تو شراب نوشی پر بھی گرفت کرتے تھے..یہ یزید کس کی سنت پر چل رہا تھا کہ آلِ نبی(ص)کے ناحق قتل پر خاموش رہا اور اپنے گورنر سے مؤاخذہ نھیں کیا....یھی بات امام.ابنِ تیمیہ نے بھی لکھی.جس کا حوالہ سابقہ مضمون میں موجود ہے سنابلی صاحب نے بھی اسے نقل کیا.... کہ آخر یزید کیلیئے ابنِ زیاد کو اس قبیح فعل کے بعد بھی معزول کرنے میں کونسا امر مانع تھا...میں کہتا ہوں سوائے اس بات کے کہ وہ یزید خود اس فعل پر راضی تھا اسی کے امر سے یہ کام انجام پایا تھا...

تهذيب التهذيب

تصنيف

الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر شهاب الدين العسقلاني الشافعي
ولد سنة ٧٧٣هـ - توفي سنة ٨٥٢ هـ

باعتناء

إبراهيم الزيبق عادل مرشد
مكتب تحقيق التراث في مؤسسة الرسالة

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة

Copyrighted materi

ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا حکم دیا....

فإن كنتِ لا تدرين ما الموتُ فانظري
إلى هانىء في السوق وابنِ عَقيلِ

الأبيات.

وأقبل الحسين بكتاب مسلم بن عَقيل إليه حتى إذا كان بينَه وبينَ القادسية ثلاثةُ أميال لَقِيَه الحر بنُ يزيد التميمي، فقال له: أين تريد؟ فقال: أريد هٰذا المِصْر، قال له: ارجع، فإني لم أدَعْ لك خَلْفي خيراً أرجوه، فهمَّ أن يرجِعَ، وكان معه إخوة مسلم بن عَقيل، فقالوا: لا والله، لا نرجع حتى نصيب بثأرنا، أو نقتل، قال: لا خيرَ في الحياة بعدَكم، فسار فلَقِيَتْهُ أول خيل عُبَيدالله، فلما رأى ذٰلك عدَل إلى كَرْبلاء، وأسند ظهره إلى قصباء حتى لا يُقاتَل إلا مِن وجه واحد، فنزَل، وضرب أبنيته، وكان أصحابه خمسة وأربعين فارساً ونحواً من مئة راجل، وكان عُمر بن سَعْد بن أبي وقّاص قد ولّاه عُبَيدالله بن زياد الرَّيَّ وعَهِد إليه، فدعاه، فقال له: اكفِني هذا الرجل، فقال له: أعفِني، فأبى أن يُعْفِيه، قال: فأنظِرْني الليلَة، فأُخِّره، فنَظَر في أمره، فلما أصبح غدا إليه راضياً بما أمره به، فتوجَّه عُمر بن سعد إلى الحسين بن علي، فلما أتاه قال له الحُسَين: اختَرْ واحدة من ثلاث: إما أن تَدَعُوني فألحقَ بالثُّغور، وإما أن تَدَعُوني فأذهبَ إلى يزيد، وإما أن تَدَعُوني فأذهبَ مِن حيثُ جئتُ، فقَبِل ذٰلك عُمر بن سعد، وكتب بذٰلك إلى عُبَيدالله، فكتب إليه عُبَيدالله: لا ولا كرامة، حتى يضعَ يدَه في يدي، فقال الحُسَين: لا والله، لا يكونُ ذٰلك أبداً، فقاتَله، فقُتِلَ أصحابُه كلُّهم وفيهم بضعةَ عَشَرَ شاباً من أهل بيته، ويجيء سَهْمٌ، فيقَعُ بابنٍ له صغير في حجره، فجعل يمسح الدَّمَ عنه، ويقول: اللهم احكُمْ بيننا وبينَ قومٍ دعونا لينصُرونا، ثم يقتُلوننا. ثم أمر بسَراويل حِبَرة، فشقَّها، ثم لَبِسها، ثم خرج بسيفه، فقاتَل حتى قُتل، وقتَله رجلٌ من مَذْحِج، وحَزَّ رأسَه، فانطلَق به إلى عُبَيدالله بن زياد، فوفَد إلى يزيد ومعه الرأسُ، فوُضع بين يديه، وسرَّح عُمر بن سعد بحُرَمه وعِياله إلى عُبَيدالله، ولم يكن بَقِيَ من أهل بيت الحُسين إلا غلامٌ، وكان مريضاً مع النِّساء، فأمر به عبيدالله ليُقْتَل، فطرَحَتْ زينبُ بنت علي نفسها عليه، وقالت: لا يُقْتَل حتى تقتلوني، فتركَه، ثم جهَّزهُمْ، وحمَلَهم إلى يزيد، فلما قَدِموا عليه جَمَع مَنْ كان بحَضْرته مِن أهل الشّام، ثم أدخلوا عليه، فهنَّؤوه بالفتح، فقام رجل منهم أحمر أزرق، ونظَر إلى وَصِيفة مِنْ بناتِهم، فقال: يا أمير المؤمنين، هَبْ لي هذه، فقالت زينب: لا والله، ولا كرامةَ لك ولا له إلا أن يخرُجَ مِن دين الله. فأعادها الأزرق، فقال له يزيد: كُفَّ، ثم أدخَلَهم إلى عيالهم، فجهَّزَهم وحمَلَهم إلى المدينة، فلما دخلوا خَرَجَتْ امرأةٌ من بنات عبدالمطلب ناشرةً شعرَها، واضعةً كَفَّها على رأسِها، تَتَلَقَّاهم وتبكي وهي تقول:

ماذا تقولون إن قال النبي لكم
ماذا فَعَلْتُم وأنتم آخِرُ الأُمَمِ
بِعِتْرتي وبأهلي بعد مُفْتَقَدي
منهم أُساري وقتلى ضُرِّجوا بدمِ
ما كان هٰذا جزائي إذ نَصَحْتُ لكم
أن تَخْلُفوني بشرٍّ في ذوي رَحِمِي

وقال سُفيان بن عُيَينة، عن إسرائيل أبي موسى: سمعتُ الحسَن يقول: قُتل مع الحُسَين ستةَ عَشَر رجلاً من أهل بيته.

وقال أبو نُعَيم: [حدثنا] عبدالله بن حَبيب بن أبي ثابت، عن أبيه، عن سعيد بن جُبَير، عن ابن عَبّاس، قال: أوحى الله إلى محمد أني قد قتلتُ بيحيى بن زكريا سبعين [ألفاً]، وإني قاتلٌ بابن بنتك سبعين ألفاً وسبعين ألفاً.

وقال خَلَف بن خَليفة، عن أبيه: لما قُتِل الحُسَين اسودَّت السَّماء، وظهرت الكواكب نهاراً.

وقال محمد بن الصَّلْت الأَسَدي، عن الرَّبيع بن منذر الثَّوْري، عن أبيه: جاء رجلٌ يبشِّر الناس بقتل الحُسَين، فرأيتُهُ أعمى يُقاد.

وقال يعقوب بن سُفْيان: حدثنا سُلَيمان بن حَرْب، حدثنا حمّاد بن زيد، عن مَعْمَر، قال: أول ما عُرف الزُّهْري تكلَّم في مَجْلِس الوليد بن عبدالملك، فقال الوليد: أيكم يعلم ما فعلت أحجار بيت المقدس يوم قُتِل الحسين بن علي؟ فقال الزُّهْري: بلَغني أنه لم يُقْلَب حَجَرٌ إلا وُجِد تحته دَمٌ عَبيط.

وقال ابن مَعين: حدثنا جَرير، حدثنا يزيد بن أبي زياد، قال: قُتل الحسين ولي أربعَ عَشْرةَ سنةً، وصار الوَرْس الذي في عسكرهم، رماداً، واحمرَّتْ آفاق السماء، ونحروا ناقةً في عسكرهم، فكانوا يَرَوْنَ في لحمها النيرانَ.

وقال الحُمَيدي، عن ابن عُيَينة، عن جدَّته أم أبيه، قالت: لقد رأيتُ الوَرْس عاد رماداً، ولقد رأيتُ اللحم كأنَّ فيه

Copyrighted materi

المنهل العذب المورود

شرح سنن الإمام أبي داود

للإمام الجليل المحقق . والعارف الرّبانى المدقق
محيي السنة وقامع البدعة صاحب الفضيلة والإرشاد المرحوم الشيخ

محمود محمد خطاب السبكي

المتوفى فى الرابع عشر من شهر ربيع الأول سنة ١٣٥٢ هـ
عمه الله بالرحمة والرضوان وأسكنه عالى الجنان

الجزء التاسع

عنى بتنقيحه وتصحيحه نجل الشيخ الإمام السيد

أمين محمود خطاب

من علماء الأزهر

الطبعة الثانية

- ١٣٩٤ هـ

مؤسسة التاريخ العربي

بيروت - لبنان

ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا حکم دیا...

فارسا ونحو مائةراجل ، فأتاه جيش ابن زياد وعليه عمر بن سعد ابن أبي وقاص ، فلما التقيا قال له الحسين رضي الله عنه : اخترمني واحدة من ثلاث . إما أن ألحق بثغر من الثغور ، وإما أن أرجع إلى المدينة ، وإما أن أذهب إلى يزيد بن معاوية ، فكتب عمر بذلك إلى ابن زياد ، فقال لا أقبل منه حتى يضع يده في يدي فامتنع الحسين رضي الله عنه فقاتلوه حتى قتل جميع أصحابه وفيهم سبعة عشر شابا من أهل بيته ، ثم قتل رضي الله تعالى عنه وأتى برأسه إلى ابن زياد فأرسله ومن بقي من أهل بيته إلى يزيد بن معاوية ، فلما قدموا على يزيد جهزهم إلى المدينة . قال خلف بن خليفة لما قتل الحسين رضي الله عنه اسودت السماء وظهرت الكواكب نهاراً . وقال الوليد بن عبد الملك وكان في مجلسه الزهري أيكم يعلم ما فعلت أحجار بيت المقدس يوم قتل الحسين رضي الله عنه ؟

فقال الزهري بلغني أنه لم يقلب حجر إلا وجد تحته دم عبيط « أي كثير شديد الحمرة » . وقال يزيد بن أبي زياد قتل الحسين رضي الله عنه ولي أربع عشرة فصار الورس الذي في عسكرهم رمادا « والورس نبت طيب الرائحة » واحمرت آفاق السماء . ونحروا ناقة في عسكرهم فكانوا يرون في لحمها النيران . وقال المغيرة إن مرجانة قالت لابنها عبيد الله بن زياد : ياخبيث قتلت ابن بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم لا ترى والله الجنة أبدا . وعن سلمة امرأة من الأنصار قالت : دخلت على أم سلمة وهي تبكي فقلت ما يبكيك ؟ قالت رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم الآن في المنام وعلى رأسه ولحيته التراب . فقلت مالك يارسول الله ؟ قال شهدت قتل الحسين آنفا . أخرجه الترمذي (وفي هذه القصة) تصديق لقول النبي صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم : إن أهل بيتي سيلقون بعدي من أمتي قتلا وتشديدا ، وإن أشد قومنا لنا بغضا بنو أمية وبنو مخزوم . رواه الحاكم . هذا وإن الله تعالى ليملي للظالم حتى إذا أخذه لم يفلته ، فقد قضى الله تعالى أن قتل عبيد الله بن زياد وأصحابه يوم عاشوراء سنة سبع وستين شر قتلة : جهز إليه المختار بن أبي عبيد جيشا ، فقتله إبراهيم بن الأشطر أمير الجيش ضربه بسيفه فقده نصفين ، شرقت رجلاه وغربت يداه وقطع رأسه ، وبعث به إلى المختار فبعث به المختار إلى ابن الزبير وبعثه ابن الزبير إلى علي بن الحسين رضي الله تعالى عنهم ، فقد قال عمارة بن عمر لما جيء برأس عبيد الله ابن زياد وأصحابه فنضدت رءوسهم في رحبة المسجد « وضعت بعضها فوق بعض » فانتهيت إليهم وهم يقولون قد جاءت قد جاءت ، فإذا حية قد جاءت فجعلت تخلل الرءوس حتى دخلت في منخر عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت ثم عادت فدخلت فيه ففعلت ذلك مرتين أو ثلاثا . أخرجه الترمذي وصححه . وقد اختلفوا في مكان رأس الحسين بعد نقله إلى الشام ، فقيل إنه وضع في خزائن السلاح حتى تولى سليمان بن عبد الملك فأمر بمجيء الرأس فطيب وكفن ودفن ، وقيل إن يزيد أمر أن يطاف بالرأس البلاد فطيف به حتى انتهى إلى عسقلان فدفنه أميرها

الحجة في بيان المحجة
وشرح عقيدة أهل السنة

إملاء

الإمام الحافظ قوام السنة أبي القاسم إسماعيل
ابن محمد بن الفضل التيمي الأصبهاني المتوفى سنة ٥٣٥هـ

الجزء الثاني

تحقيق ودراسة
محمد بن محمود أبو رحيم

دار الراية
للنشر والتوزيع

Copyrighted material

اہلِ نقل سے اثبات ابنِ زیاد امام حسین علیہ السلام کا قاتل و ملعون ہے..

عليهم واللعن فإذا كان أمر الكفّار في هذا المعنى إلى الله يتولّى جزاهم فأمر المسلم أولى أن يفوّض إليه ليفعل فيه ما يستحقّه المرء، وما ذكر من قتله الحسين بن عليّ رضي الله عنه فالذي ثبت عند أهل النقل أنّه أمر عبيد الله بن زياد[1] بحفظ الكوفة، وكتب إليه أن يمنع من أراد الاستيلاء على الكوفة، فلمّا قصد الحسين بن علي رضي الله عنه الكوفة استقبلته خيل ابن زياد ليمنعوه من دخول الكوفة فلم يتمكنوا من منعه إلّا بقتله[2] هذا ما ثبت عند أهل النقل مع ما أظهر من إنكاره عليه ولعنه عبيد الله بن زياد وقوله: قد كنّا نرضى فيك بدون قتل الحسين، وإظهاره التحيّد والبكاء لقتله[3]، وأنّه جعل يضرب بيده على فخذه ويلعن قتلته وصلب قاتل الحسين فقال: لقد عجل عليه ابن زياد قتله الله، ولم يثبت ضربه بالقضيب على أسنانه إنّما ثبت ذلك من فعل ابن زياد بالرواية الصحيحة[4].

---

(١) عبيد الله بن زياد ولي البصرة في زمن خلافة يزيد ثمّ ولّاه الكوفة وهو قاتل الحسين بن علي رضي الله عنه. تهذيب ٣/٣٤٩.

(٢) ما نقله المصنّف عن المؤرخين ذكره الطبري في تاريخه ٥/٣٨٩، وينافيه ما روي من أنّ الحسين رضي الله عنه خيّر ابن زياد بين ثلاث بعد أن امتنعت الكوفة عليه: أمّا أن يدعوه يعود من حيث قدم، أو ينطلق إلى يزيد بن معاوية فيضع يده في يده، أو يرحل إلى ثغر من ثغور المسلمين حتّى يقاتل الروم، لكنّ ابن زياد لم يمكّنه من ذلك إلّا بقتله، وفي هذا دلالة واضحة على تعمّده قتله. انظر: البداية ٨/١٥٣.

(٣) ذكر ذلك ابن كثير في البداية ٨/١٧٣، ١٩٣، والفتاوى ٣/٤١٠ ـ ٤١٤.

(٤) هذه الحادثة كانت مثار جدل بين العلماء ترتّب عليها أحكاماً تتعلّق بصحة إسلام يزيد أو كفره فمن ثبتت عنده كفّره بها وبغيرها، ومن لم تثبت عنده حكم بإسلامه لأنّ الأسباب الموجبة لكفره لم يثبت عندهم منها شيء وفوّض آخرون أمره الله سبحانه، والمصنّف برّأه ممّا نسب إليه ونسب ذلك إلى ابن زياد وهذا ما رجّحه ابن تيمية وقال: يزيد لا يسبّ، ولا يحبّ. انظر الفتاوى ٣/٤١٠، والبداية ٨/١٥٢، ١٧٣، ١٩١، تاريخ الخلفاء ٢٠٧، والصواعق المحرقة ٣٣٠، أحمد بن حجر الهيثمي، دار الكتب العلمية، بيروت ط ١/١٩٨٤ م، المنتقى في منهاج الاعتدال/ ٢٨٠، ٢٨٤ والعواصم من القواصم ٢٢٨ ـ ٢٣٣.

فتاوى ومسائل

ابن الصلاح

في التفسير والحديث والأصول والفقه

ومعه

أدب المفتي والمستفتي

حققه وخرج حديثه وعلق عليه:
الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي

المجلد الأول

دار المعرفة
بيروت. لبنان

الطريق رجع كثير من كبار المتكلمين المصنفين بعد أن امتعضوا مما نالهم من آفات الخوض ، فمهما ورد عليكم شيء من هذه المسائل [فقد] (٤١١) اعتقد فيها لله تعالى ما هو الكمال المطلق والتنزيه المطلق ، ولا أخوض فيما وراءه ، يجزيني الإيمان المرسل ، والتصديق المجمل ، والله أعلم .

٦١ ـ **مسألة** (٤١٢) : رجل يعتقد أن يزيد بن معاوية (رضي الله عنه !!!) (٤١٣) أمر بقتل الحسين بن علي ـ رضي الله عنهما ـ ، واختار ذلك ورضيه طوعاً منه لا كرهاً ، ويورد في ذلك أحاديث مروية عن من قلده ذلك الأمر ، وهو مصر عليه ويسبه ويلعنه على ذلك ، والمسئول خطوط العلماء ليكون رادعاً له أو حجة له .

أجاب ـ رضي الله عنه ـ : لم يصح عندنا أنه أمر بقتله ـ رضي الله عنه ـ ، والمحفوظ أن الآمر بقتاله المفضي إلى قتله ـ كرمه الله ـ إنما هو عبيد الله بن زياد (٤١٤) والي العراق إذ ذاك .

وأما سبب يزيد ولعنه (٤١٥) فليس من شأن المؤمنين ، فإن صح أنه قتله

---

(٤١١) في م قفل .

(٤١٢) وردت هذه المسألة باللوحة (٢٧/أ) من نسخة م . بلفظ (استفتاء) .

(٤١٣) هكذا .

(٤١٤) عبيد الله بن زياد بن أبيه (ابن مرجانة) (٢٨ ـ ٦٧ هـ) مولده بالبصرة ، كان مع والده لما مات بالعراق ، فقصد الشام ، فولاه « عمه » معاوية « خرسان » سنة ٥٣ هـ ، وأقره يزيد على إمارته سنة (٦٠ هـ) فكانت الفاجعة بمقتل الحسين ـ رضي الله عنه ـ في أيامه وعلى يده ، ولما مات يزيد بن معاوية ، بايع أهل البصرة لعبيد الله ، ثم لم يلبثوا أن وثبوا عليه ، فتنقل مختبئاً إلى أن استطاع الإفلات الى الشام . وأقام بها مدة ، ثم أراد العراق ، فلحق به إبراهيم بن الاشتر في جيش يطلب ثار الحسين ـ رضي الله عنه ـ فاقتتلا وتفرق أصحاب عبيد الله ، فقتله ابن الاشتر وذلك في « خازر » من أرض الموصل . وكان عبيد الله هذا يرتضخ لكنة فارسية اتته من زوج أمه : شيرويه الأسواري ، فكان يقول : « هروري » وهو يريد : « حروري » .

(٤١٥) قال ابن كثير : « ان فريقاً من العلماء أجازوا لعنة يزيد » على أساس أنه ـ مع تنصله من قتل الحسين ـ رضي الله عنه فإن السؤال الذي يطرح نفسه أمامنا : ما العقاب الذي انزله واليه السفيه على اقترافه هذا الظلم العظيم ؟ يقول ابن كثير في البداية والنهاية (٨/٢٠٣) : إنه لم يعاقب ابن =

شذرات الذهب

في أخبار من ذهب

لابن العماد

الإمام شهاب الدين أبي الفلاح عبد الحي بن أحمد بن محمد العكري الحنبلي الدمشقي

(١٠٣٢ - ١٠٨٩هـ)

المجلد الأول

أشرف على تحقيقه وخرج أحاديثه

عبد القادر الأرناؤوط

حققه وعلق عليه

محمود الأرناؤوط

دار ابن كثير

دمشق - بيروت

ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا. جب یزید نے اسے کوفہ بھیجا.

سنة إحدى وستين

استُشهد فيها في يوم عاشوراء أبو عَبْدِ الله الحُسَينُ بنُ عَليِّ بنَ أبي طالِبٍ، سِبْطُ رَسُولِ الله ﷺ وريحانته بكَرْبَلاء[1] عن ست وخمسين سنة، ومن أسباب ذلك أنه كان قد أبى من البيعة ليَزِيْد حين بايع له أبوه النَّاس[2]، رابع أربعةٍ عَبْدُ الله بن عُمَر، وعَبْدُ اللهِ بنُ الزُّبَيْر، وعَبْدُ الرَّحمنِ بن أبي بَكرٍ، فلما مات مُعَاوِيَةُ جاءت كتب أهل العِرَاق إلى الحُسَيْن يسألونه القدوم عليهم، فسار بجميع أهله حتى بلغ كَرْبَلاء موضعاً بقرب الكُوفَة، فعرض له عُبَيْد الله[3] بن زِيَاد، فقتلوه، وقتلوا معه ولديه عليًّا الأكبر، وعَبْدَ اللهِ، وإخوته جَعْفراً، ومُحَمَّداً، وعَتِيْقاً، والعَبَّاس الأكبر، وابن أخيه قَاسِمَ بن الحَسَن، وأولاد عمه مُحَمَّداً، وعَوْناً ابنا عَبْدَ الله بنَ جَعْفَر بن أبي طالب، ومُسْلمْ بن عَقِيْل بن أبي طالب، وابنيه عَبْدَ اللهِ، وعَبْدَ الرَّحمن. ومختصر ذلك أن يَزِيْدَ لما بويع له بعد موت أبيه، وكان أبوه بايع له الناس، فأرسل يَزِيْد إلى عامله بالمدينة الوَلِيدِ بنِ عُتْبَة يأخذ له البيعة، فأرسل إلى الحُسَيْن، وعَبْدِ اللهِ بنَ الزُّبَيْر، فأتياه ليلاً وقالا له: مثلنا لا يبايع سراً بل على رؤوس الأشهاد، ثم

---

(١) كربلاء: موضع قرب الكوفة. انظر «معجم البلدان» لياقوت (٤/٤٤٥).
(٢) أي حين أخذ له أبوه معاوية بن أبي سفيان البيعة من الناس قهراً.
(٣) في الأصل: «عبد الله» وهو خطأ.

صحيح تاريخ الطبري

الخلافة في عهد الأمويين

للإمام أبي جعفر بن جرير الطبري

(٢٢٤ - ٣١٠ هـ)

حققه وخرج رواياته وعلق عليه

محمد بن طاهر البرزنجي

بإشراف ومراجعة المحقق

محمد صبحي حسن حلاق

راجع فصولاً منه وأبدى ملاحظاته كل من

أ.د أكرم ضياء العمري و أ.د عماد الدين خليل

المجلد الرابع

دار ابن كثير

دمشق - بيروت

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی ذمہ داری..ثانیاً ابنِ زیاد و جندہ.

= من شارك في جريمة قتل الإمام حسين بن علي رضي الله عنهما؟

للإجابة على هذا السؤال نقول: الذين باؤوا بإثم ذلك الظلم العظيم هم. أولاً: شيعة الكوفة يومها الذين أرسلوا إليه بالكتب وبايعوه وواعدوه ثم تخلوا عنه وتركوه وحده في الميدان ينظرون إليه وهو يقتل وليس هذا اتهاماً باطلاً فلا أحد يستطيع أن ينكر أن الشيعة من أهل الكوفة قد أرسلوا إليه كتبهم بالبيعة ثم تخلوا عنه وجمهور الصحابة يومها كانوا على يقين من وهن وزيف بيعة أولئك وعدم ثباتهم عليه بل إن أخاه الحسن بن علي رضي الله عنه الذي سماه رسول الله ﷺ سيداً كان يخشىٰ على أخيه الحسين (قبل عقد من استشهاده) من خيانة أهل العراق.

فقد أخرج يعقوب بن سفيان في المعرفة والتاريخ (١/ ١٧٨) قال: حدثنا أبو بكر: ثنا سفيان: ثني عبيد الله بن عبد الله بن الأصم عن يزيد الأصم قال: «أتيت الحسن بن علي فأتي بضبارة كتب وأنا عنده. . . الخبر».

وأخرجه الطبراني في الكبير (٣/ ٧٠) عن يزيد بن الأصم ولفظه: «خرجت مع الحسن. . . الخبر، وفيه؛ فقال: يا جارية هات المخضب فصب فيه ماء، وألقى الكتب في الماء فلم يفتح منها شيئاً ولم ينظر إليه، فقلت: يا أبا محمد ممن هذه الكتب؟ قال: من أهل العراق من قوم لا يرجعون إلى حقٍ ولا يقصرون عن باطل أما فإني لست أخشاهم على نفسي ولكني أخشاهم على ذلك وأشار إلى الحسين». اهـ.

وإسناد النسوي صحيح والله أعلم.

وثانياً: عبيد الله بن زياد وجنده وأما يزيد وإن لم يكن قد أمر بقتله إلاّ أن ابن زياد قائد من قواده ترك له الحبل على الغارب فأراد ابن زياد أن يثبت حكم أميره يزيد فباع آخرته بدنيا غيره.

وللعلامة المؤرخ محمود شاكر رأي مقارب لما قلناه أثناء التحقيق وزيادة بيان على قولنا فهو يرىٰ أنَّ يزيداً لم يكن سبباً رئيساً في قتل الحسين فهو في الشام وعبيد الله في العراق ولم يكن يزيد يومها قد تمكن من استتباب الأمور ولم يكن قوياً بل إن عبيد الله كان ظاهراً أمره في العراق. [وانظر التاريخ الإسلامي (٤/ ٢٥)].

قلنا: وتوكيداً لرأي العلامة شاكر نقول: إن ابن زياد كان أقوىٰ تأثيره على من هم فوقه في المسؤولية فقد استطاع فيما بعد (كما سنرىٰ) أن يغير رأي مروان بن الحكم كي يعرض عن الذهاب إلىٰ عبد الله بن الزبير وبيعته فأثناه عن الذهاب إلى الحجاز فكان سبباً في سفك دماء كثيرة أراد مروان أن يتجنبها ويوافق الأمة في إجماعها وكان أمر الله قدراً مقدوراً.

رأي الحافظ ابن كثير كإمام ناقد من أئمة أهل السنة والجماعة
في مسألة استشهاد الحسين بن علي رضي الله عنهما وأرضاهما =

العواصم والقواصم

في

الذب عن سنة أبي القاسم

تصنيف

الإمام العلامة النظار المجتهد محمد بن إبراهيم الوزير اليماني

المتوفى سنة ٨٤٠هـ

حققه وضبط نصه، وخرج أحاديثه، وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط

الجزء الثامن

مؤسسة الرسالة

Copyrighted material

ابنِ زیاد کا عمر بن سعد کو قتلِ حسین علیہ السلام کیلئے حکومتِ ری کا لالچ..

وكان عبيدُ اللهِ بنُ زيادٍ كتب إلى الحرِّ بن زيادٍ أنْ جَعْجِعْ بالحسينِ، أي: ضَيِّقْ عليه، ثمَّ أمدَّه بعمرَ بنِ سعدٍ المتكفِّلِ المتكلِّف بقتالِ الحُسينِ عليه السَّلام، حتَّى يُنْجِزَ له عبيدُ اللهِ الدَّعيّ ما سلف مِنْ وعدٍ، وهو أن يُمَلِّكَه مدينةَ الرَّيِّ، فباع الفاسقُ الرُّشْدَ بالغَيِّ، وهو القائل:

أأتْرُكُ مُلْكَ الرَّيِّ والرَّيُّ مُنْيتي ... وأرجِعُ يوماً ما بقتلِ حسينِ

فضيَّقَ عليه اللَّعينُ أشدَّ تضييقٍ، وسدَّ بين يديه وَضَحَ[1] الطَّريقِ، إلى أنْ قتله في التَّاريخِ المقدَّمِ سنةَ إحدى وستِّين، ويُسمىٰ عامَ الحزنِ، وقُتِلَ معه اثنان وثمانون رجلاً مِنْ أصحابه مبارزةً، وجميعُ ولده إلَّا عليَّ بنَ الحسينِ زين العابدين، وقُتِلَ أكثرُ إخوةِ الحُسين وبني أعمامه:

لمُحَمَّدٍ سلّوا سُيوفَ مُحَمَّدٍ ... قَطَعُوا بها هاماتِ آل محمَّدِ

وفي هٰذا اليوم الَّذي قُتِلَ فيه الحسينُ على جدِّه وعليه أفضلُ السَّلام، رؤي رسولُ الله ﷺ يَجْمَعُ دمَ الحُسين في قارورةٍ، وإن كانت رؤيا منامٍ، فإنَّها صادقةٌ، ليست بأضغاثِ أحلامٍ، أسند ذٰلك إمامُ أهلِ السُّنَّة الصَّابرُ على المحنةِ، أبو عبد الله أحمدُ بنُ محمَّدِ بنِ حنبل، قال[2]: حدَّثنا عبدُ الرَّحمٰن، حدَّثنا حمَّادُ بنُ سلمةَ، عن عَمَّار بنِ أبي عمَّارٍ، عن ابنِ عبَّاسٍ، قال: رأيتُ النَّبيَّ ﷺ نِصْفَ النَّهارِ أشعثَ أغبرَ، معه قارورةٌ فيها دمٌ يلتقطُه فيها، قلت: يا رسولَ الله، ما هٰذا؟ قال: «دَمُ الحُسين وأصحابِه، لم أزل أتَتَبَّعه منذُ اليوم»، قال عمار: فحفظنا ذٰلك اليوم، فوجدناه قُتِلَ ذٰلك اليوم.

قال ابنُ دِحيةَ: هٰذا سندٌ صحيحٌ، عبدُ الرَّحمٰن: هو ابنُ مهديٍّ، إمامُ أهلِ الحديثِ. وحمَّاد: إمامٌ فقيه ثقةٌ، وعمَّارٌ مِنْ ثقاتِ التَّابعين، أخرجَ مسلمٌ

---

(١) في (ش): «أوضح» والوضح: الضياء والبياض.

(٢) ١/٢٤٢. ورواه أيضاً ١/٢٨٣، والطبراني في «الكبير» (٢٨٢٢) و(١٢٨٣٧)، والبيهقي في «دلائل النبوة» ٦/٤٧١.

Copyrighted material

شعیب الارناؤط کا ابنِ تیمیہ کے کلام کو نقل کرنا کہ ابنِ زیاد قاتل ہے..

وقد ذكر ذلك كلّه الحافظُ أخطبُ الخُطباء ضياءُ الدِّين، أبو المؤيَّدِ موفَّقُ

= زادوا فيما يُراد تعظيمه من الحوادث، وكما زادوا في المغازي والفتوحات وغير ذلك. والمصنفون في أخبار قتل الحسين منهم من هو مِن أهل العلم كالبغوي وابنِ أبي الدنيا وغيرهما، ومع ذلك فيما يروونه آثارٌ منقطعة، وأمور باطلة. وأما ما يرويه المصنفون في المصرع بلا إسناد، فالكذبُ فيه كثير، والذي ثبت في الصحيح أن الحسين لما قُتِلَ حُمِلَ رأسه إلى قُدام عبيدالله بن زياد، وأنه نكت بالقضيب على ثناياه، وكان بالمجلس أنسُ بن مالك رضي الله عنه وأبو برزة الأسلمي.

ففي صحيح البخاري عن محمد بن سيرين، عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: أتى عبيد الله بن زياد برأس الحسين فجعل في طست فجعل ينكت، وقال في حسنه شيئاً، فقال أنس: كان أشبَهَهم برسول الله ﷺ، وكان مخضوباً بالوسمة.

وفيه أيضاً عن ابن أبي نُعْم، قال: سمعت ابن عمر، وسأله رجل عن المُحرم يقتل الذباب، فقال: يا أهل العراق تسألوني عن قتل الذباب، وقد قتلتُم ابنَ بنتِ رسول الله ﷺ. وقال النبي ﷺ: «هما ريحانتي من الدنيا».

وقد رُوي بإسناد مجهول أن هذا كان قدّام يزيد، وأن الرأسَ حُمِلَ إليه، وأنه هو الذي نكت على ثناياه. وهذا مع أنه لم يثبت، ففي الحديث ما يدل على أنه كذب، فإنّ الذين حضروا نكته بالقضيب من الصحابة لم يكونوا بالشام، وإنما كانوا بالعراق. والذي نقله غيرُ واحد أن يزيد لم يأمر بقتل الحسين، ولا كان له غرض في ذلك، بل كان يختار أن يكرِّمه ويعظِّمه، كما أمره بذلك معاوية رضي الله عنه. ولكن كان يختار أن يمتنع من الولاية والخروج عليه، فلما قدم الحسين، وعلم أن أهل العراق يخذلونه ويسلمونه، طلب أن يرجع إلى يزيد، أو يرجع إلى وطنه أو يذهب إلى الثغر، فمنعوه من ذلك حتى يستأسر، فقتلوه حتى قُتِلَ مظلوماً شهيداً رضي الله عنه، وأن خبر قتله لما بلغ يزيد وأهله ساءهم ذلك، وبكَوْا على قتله، وقال يزيد: لعن الله ابنَ مرجانة ـ يعني عبيدالله بن زياد ـ [أما] والله لو كان بينه وبين الحسين رحمٌ لما قتله. وقال: قد كنت أرضى من طاعة أهل العراق بدون قتل الحسين. وأنه جهَّز أهله بأحسن الجهاز، وأرسلهم إلى المدينة، لكنه مع ذلك ما انتصر للحسين، ولا أمر بقتل قاتله، ولا أخذ بثأره.

Copyrighted material

چھڑیوں سے اشارے سنابلی صاحب کا ترجمہ میں خیانت کرنا... کیا فی انفہ کا ترجمہ ناک کیطرف اشارہ ہوتاہے.... عجیب...((سنابلی))..

عبیداللہ بن زیاد اور رأس حسین رضی اللہ عنہ

اسی کتاب کے صفحہ (۳۷۴) سے عبیداللہ بن زیاد اور رأس حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق بحث شروع ہوتی ہے جوکئی صفحات تک جاتی ہے۔ یہاں ہم نے یہ بتایا کہ عبید اللہ بن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ کوئی بے حرمتی نہیں ہے۔ اسی ضمن میں ترمذی کی ایک حدیث ہے:

حدثنا خلاد بن أسلم البغدادی قال:حدثنا النضر بن شمیل قال:أخبرنا هشام بن حسان، عن حفصة بنت سیرین، قالت:حدثنی أنس بن مالك، قال:كنت عند ابن زیاد فجیء برأس الحسین فجعل یقول بقضیب فی أنفه ویقول:ما رأیت مثل هذا حسنا، لم یذكر؟ قال:قلت:أما إنه كان من أشبههم برسول الله ﷺ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا تو وہ ان کی ناک کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت کسی کونہیں دیکھا، کیوں ان کا ذکر کیا جاتا ہے؟ تو میں نے کہا: یقیناً اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

یہی حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں بھی ہے ۔ اس حدیث کے ابتدائی حصہ میں حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ ابن زیاد کا جوعمل منقول ہے اس سے بعض لوگوں نے گستاخی کا مفہوم سمجھ لیا ہے لیکن پھر اسی حدیث کے اگلے حصہ میں یہ موجود ہے کہ عبیداللہ بن زیاد حسین رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی کی تعریف کررہاہے۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا اشکال ہے کہ جب ابن زیاد، حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ گستاخی کررہاہے تو پھر اس نے حسین رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی کی تعریف کیسے کردی ؟

اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے یہ حل نکالا گیا کہ خوبصورتی کی تعریف والے جملے کو مذاق اور استہزاء پر محمول کردیا گیا تاکہ ماقبل میں گستاخی کا جو سیاق ہے اسی کے مطابق یہ بات بھی ہوجائے چنانچہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ بعض سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] سنن الترمذی ت شاکر رقم (۳۷۷۸)

"هذا لا يلائم السياق إلا أن يحمل على الاستهزاء "[1]

''ابن زیاد کا حسین رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی کی تعریف کرنا (ماقبل کے) سیاق کے ساتھ میل نہیں کھا تا الا یہ کہ اس تعریف والی بات کو استہزاء پر محمول کیا جائے''

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا:

"يعني ما رأيت حسنا مثل حسن هذا يتهكم به" [2]

''یعنی ابن زیاد نے استہزاء کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں نے ایسی خوبصورتی نہیں دیکھی''

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے!

روایت کے اندر صاف موجود ہے کہ ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی کی تعریف کی لیکن اس صاف اور صریح بات کو بھی محض اس لئے بدنیتی اور استہزاء پر محمول کیا جارہا ہے تاکہ ماقبل کے سیاق میں جو گستاخی کی بات ہے اس کے موافق یہ بات بھی ہوجائے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ سیاق کے موافق بنانے کے لئے دوسری بات ہی کی تاویل کیوں کی گئی؟ جب کہ دوسری بات واضح اور بالکل صریح ہے؟ آخر ایسا کیوں نہیں کیا گیا کہ پہلی بات ہی کے صحیح معنی ومفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی تاکہ یہ آگے موجود دوسری صاف اور صریح بات سے نہ ٹکرائے؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ اس روایت میں موجود پہلی بات کا غلط معنی ومفہوم لے لیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ معنی ومفہوم روایت کے اگلے حصہ سے ٹکرا گیا۔اب اس ٹکراو کو دور کرنے کے لئے مزید ستم یہ گیا گیا ہے روایت کے اگلے حصہ کا معنی ومفہوم بھی بدل دیا گیا۔

قارئین کتاب کے اندر محولہ مقام[3] کا مراجعہ فرمائیں وہاں ہم نے پوری تفصیل دے دی ہے کہ اس روایت کے پہلے جملے میں بھی گستاخی والی کوئی بات نہیں ہے۔اس لئے روایت کے اگلے حصہ کو توڑ مروڑ کر کسی اور معنی پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

---

[1] مرقاة المفاتيح للملا القاری (۹/۳۹۸۵)

[2] تحفة الأحوذی (۱۰/۱۹۲)

[3] اسی کتاب کا صفحہ (۳۷۷ تا ۳۸۳) دیکھیں۔

صحیح و ضعیف تاریخ طبری..ابنِ زیاد کی سرِ اقدس کی توھین والی روایات صحیح ہیں اور محقیقین نے ابنِ زیاد کو فاسق لکھا ہے..((سنابلی صاحب شرم کرو فاسق کی حمایت میں)

إرسال الرأس الشريف إلى عبيد الله

في الصحيح أخرج البخاري في صحيحه عن أنس رضي الله عنه أتي عبيد الله برأس الحسين بن علي فجعل في طست فجعل ينكت وقال في حسنه شيئاً ، فقال أنس كان أشبههم برسول الله ﷺ وكان مخضوباً بالوسمة . [صحيح البخاري/ كتاب فضائل أصحاب النبي (ح ٣٧٤٨)].

ورواية أنس عند الطبراني (ح ٢٨٧٨) والبزار (ح ٢٦٤٩) بلفظ : «جعل ينكت بالقضيب ثناياه يقول : لقد كان أحسبه جميلاً فقلت : والله لأسؤونك إني رأيت رسول الله ﷺ يلثم حيث يقع قضيبك ، قال : فانقبض» .

قال الهيثمي : رواه البزار والطبراني بأسانيد ورجاله وثقوا . [مجمع الزوائد (٩/ ١٩٥)].

خلاصة القول : من الثابت تاريخياً أن الرأس الشريف وضع بين يدي الفاسق عبيد الله بن زياد ، وأما إرساله إلى يزيد ووضعه بين يديه فلم يثبت من طريق موصول صحيح .

وإنما ورد في مرسل الليث بن سعد ، ومن طريق الحصين عن رجل أبهم اسمه (مولى لمعاوية) ، ورواية ثالثة عند الطبراني من طريق فيه مجهول الحال وآخر ضعيف جداً ، ورواية رابعة عند ابن أبي الدنيا ذكرها ابن كثير [البداية والنهاية (٦/ ٤١١)] بإسناد فيه مجهول وآخر (سالم بن أبي حفصة) قال النسائي والدولابي : ليس بثقة وقال ابن حبان يقلب الأخبار ويهم في الروايات (المجروحين (١/ ٣٤٢) هذا بالإضافة إلى غلوه في التشيع كما قال ابن سعد في طبقاته (٦/ ٣٣٦) وهذا حال أقل الروايات الموصولة ضعفاً في هذه المسألة فما بالك بروايات أبي مخنف التالف الهالك الوضاع؟

والحق يقال : أننا لم نجد رواية موصولة صحيحة السند تثبت أن رأس الحسين وضع بين يدي يزيد إلاّ أن كتب التاريخ تذكر ذلك ووردت بذلك آثار غير صحيحة الإسناد .

ولعل ذلك دفع الحافظ الناقد ابن كثير رحمه الله إلى إبداء قولين أو رأيين في هذه المسألة فهو يقول تارةً : والصحيح أنه لم يبعث برأس الحسين إلى الشام (٦/ ٣٧٥) ويقول تارة أخرىٰ : وقد اختلف العلماء بعدها في رأس الحسين هل سيره ابن زياد إلى الشام أم لا؟ على قولين : الأظهر منهما أنه سيره إليه وقد وردت في ذلك آثار كثيرة والله أعلم . [البداية والنهاية (٦/ ٤١١)].

قلنا : ولم نجد فيما بين أيدينا من المصادر التاريخية روايةً ولو واحدة موصولة السند صحيحة تثبت ذلك .

بل إن الرواية الصحيحة ـ التي سنذكرها بعد قليل ـ عن شاهد عيان ثقة (هو الإمام زين العابدين) تؤكد أنهم دخلوا على يزيد وليس فيه ذكر إدخال الرأس الشريف ، ولذلك فإننا نرجح القول الأول لابن كثير وهو أنه لم يبعث برأس الحسين إلى الشام .

=

قصاص کیلئے صحیح روایت لیکن آدھی لکھی گئی ((سنابلی))...

قصاص کی روایات:

البتہ بعض صحیح روایات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ قاتلین میں سے جو بھی حکومت کی گرفت میں آیا قتل کیا گیا۔

پہلی روایت:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۱۰) نے کہا:

"حدثنا محمد بن عمار الرازي، قال: حدثنا سعيد بن سليمان، قال: حدثنا عباد بن العوام قال: حدثنا حصين... قال حدثني سعد بن عبيدة قال... وجيء بنسائه وبناته وأهله، وكان أحسن شيئ صنعه أن أمر لهن بمنزل في مكان معتزل، وأجرىٰ عليهن رزقا، وأمر لهن بنفقة وكسوة

[1] مرآة الجنان و عبرة اليقظان (۱/ ۱۰۸) ولم أقف على إسناده.

قال: فانطلق غلامان منهم لعبد الله بن جعفر -أو ابن ابن جعفر- فأتيا رجلا من طيء فلجأ إليه، فضرب أعناقهما، وجاء برءوسهما حتى وضعهما بين يدي ابن زياد، قال: فهم (وفي البغية فأمر) بضرب عنقه، وأمر بداره فهدمت"[1]

"سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ جب قافلہ حسین رضی اللہ عنہ کی خواتین، حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں اور گھر والے عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچائے گئے تو اس نے سب سے اچھا کام یہ کیا کہ ان کے قیام کے لیے ایک خاص اور الگ جگہ پر انتظام کیا اور ان کا کھانا پانی بھی وہیں پہنچانے کا حکم دیا اور ان کے کپڑے اور دیگر اخراجات فراہم کرنے کے بھی احکام دیے، اسی دوران ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹوں نے بنو طے کے ایک شخص کے یہاں رُکنے کا سوال کیا تو اس (ظالم) نے انھیں قتل کر دیا اور ان کے سر لے کر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے پہنچا۔ یہ دیکھ عبیداللہ بن زیاد نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا (اور "بغية الطلب" کے الفاظ ہیں کہ اس کے قتل کا حکم دیا) اور اس کے گھر کو منہدم کروا دیا۔"

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ سعد بن عبیدہ کتبِ ستہ کے ثقہ راوی ہیں اور بقیہ رجال کی توثیق پیش کی جا چکی ہے۔[2]

ذخائر العرب

٣٠

تاريخ الطبري

تاريخ الرسل والملوك

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

٢٢٤ — ٣١٠ هـ

الجزء الخامس

تحقيق

محمد أبو الفضل إبراهيم

الطبعة الثانية (معدلة ومنقحة)

دار المعارف بمصر

وہی سنابلی صاحب کی صحیح کردہ مکمل روایت.....مع سند...

قال الحصين : وحدّثني سعد بن عبيدة ، قال : إنّ أشياخًا من أهل الكوفة لَوُقوف على التلّ يبكون ويقولون : اللهم أنزِل نصرك ، قال : قلت : يا أعداء الله ، ألا تنزلون فتنصرونه ! قال : فأقبل الحسين يكلّم من بعث إليه ابن زياد ، قال : وإني لأنظر إليه وعليه جبّة من بُرُود ، فلما كلّمهم انصرف ، فرماه رجلٌ من بني تميم يقال له : عمر الطُّهَوِيّ بسهم ، فإني لأنظر إلى السهم بين كتفيه متعلّقًا في جبّته ، فلما أبوْا عليه رجع إلى مصافّه ، وإني لأنظر إليهم ،

(١) ط : « نمر » ، وانظر الفهرس .

وإنهم لقريب من مائة رجل ، فيهم[1] لصُلب عليّ بن أبي طالب عليه السلام خمسة ، ومن بني هاشم ستة عشر ، ورجل من بني سُلَيم حليفٌ لهم ، ورجلٌ من بني كنانة حليفٌ لهم ، وابن عمر بن زياد .

قال : وحدّثني سعد بن عبيدة ، قال : إنا لمستنقعون في الماء مع عمر بن سعد ، إذ أتاه رجل فسارّه وقال له : قد بعث إليك ابن زياد جُوَيْرِيَةَ بن بدر التميميّ ، وأمَرَه إن لم تقاتل القومَ أن يضربَ عُنقَك ؛ قال : فوثب إلى فرسه فركبه ، ثم دعا سلاحه فلبسه ، وإنه على فرسه ، فنهض بالناس إليهم فقاتلوهم ، فجيء برأس الحسين إلى ابن زياد ، فوُضع بين يديه ، فجعل يَنكُت[2] بقضيبه ، ويقول : إنّ أبا عبد الله قد كان شمِط ؛ قال : وجيء بنسائه وبناته وأهله ، وكان أحسن شيء صنعَه أن أمر لهنّ بمنزل في مكان معتزل ، وأجرَى عليهنّ رزقًا ، وأمر لهنّ بنفقة وكسوة . قال : فانطلق غلامان منهم لعبد الله بن جعفر — أو ابن ابن جعفر — فأتيا رجلاً من طيّئ فلجآ إليه ، فضرب أعناقهما ، وجاء برءوسهما حتى وضعهما بين يدي ابن زياد ؛ قال : فهمّ بضرب عنقه ، وأمر بداره فهدمت . ٢٨٧/٢

قال : وحدّثني مولًى لمعاوية بن أبي سُفْيان قال : لما أتِيَ يزيد برأس الحسين فوضع بين يديه ، قال : رأيته يبكي ، وقال : لو كان بينه وبينه رحِم ما فعل هذا .

قال حصين : فلما قتِل الحسين لبثوا شهرين أو ثلاثةً ، كأنما تلطّخ الحوائط بالدماء ساعة تَطلُع الشمس حتى ترتفع .

سنابلی صاحب کی پیش کردہ مکمل روایت کا ترجمہ..ابنِ زیاد قاتلِ حسین علیہ السلام

زہیر بن قین کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

زہیر بن قین سفر حج میں تھے۔ راہ میں حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ ابن ابی بحریہ مرادی اور عمرو بن حجاج اور معن سلمی اور دو شخص اور بھی آپ کے ساتھ چلے آئے۔ ایک شخص نے دیکھا کہ شیوخ کوفہ میں سے کچھ لوگ ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یا اللہ مدد کر۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا: ''دشمنانِ خدا کیوں نہیں اتر کر جاتے اور کیوں ان کی مدد نہیں کرتے''۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ برد کا جبہ پہنے ابن زیاد کی فوج سے باتیں کر رہے ہیں۔ باتیں کر کے آپ مڑے تو بنی تمیم کے ایک شخص نے جس کا نام عمر طہوی تھا آپ کو ایک تیر مارا اس کا تیر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان جبہ میں اٹکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جب ان لوگوں نے کسی طرح آپ کی التجا کو نہ قبول کیا۔ تو آپ اپنی صف میں واپس چلے آئے۔ اس وقت سو آدمیوں کے قریب آپ کے ساتھ تھے۔ پانچ فرزند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سولہ شخص بنی ہاشم میں سے ایک شخص بنی سلیم میں سے ان کا حلیف تھا اور ایک شخص بنی کنانہ میں سے ان کا حلیف تھا اور ابن عمر بن زیاد بھی ان میں تھا۔

ابن زیاد کے عتاب کی ابن سعد کو اطلاع:

ایک شخص کہتا ہے کہ عمرو بن سعد کے ساتھ پانی میں اترا ہوا میں نہا رہا تھا کہ ایک شخص اس کے پاس آیا۔ اس نے چپکے چپکے ابن سعد سے باتیں کیں اور کہا ابن زیاد نے تمہارے پاس جویریہ بن بدر تمیمی کو یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ اگر تم حسین رضی اللہ عنہ و انصار

حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کرو تو تمہاری گردن مارے۔ یہ سن کر ابن سعد نے فوراً گھوڑا منگایا اور سوار ہوا پھر گھوڑے ہی پر ہتھیار منگا کر۔ سجائے اور فوج کو ساتھ لے کر لڑنے کے لیے روانہ ہوا اور اس نے ان لوگوں سے قتال کیا۔ ابن زیاد کے سامنے حسین رضی اللہ عنہ کا سر جب لا کر رکھا گیا تو لکڑی سے بتا بتا کر کہنے لگا کہ ابو عبداللہ حسین رضی اللہ عنہ کے بال کھچڑی ہو چکے تھے۔ اتنی بات اس نے اچھی کی کہ جب آپ کے اہل حرم لائے گئے تو ان کے اترنے کے لیے ایک مکان علیحدہ دیا اور کھانا پینا لباس ان کے لیے مقرر کیا۔ ان میں سے دو لڑکے عبداللہ بن جعفر کے تھے۔ یہ دونوں ابن جعفر کے نکل کر چلے گئے۔ بنی طے میں سے ایک شخص کے پاس جا کر چھپے۔ اس نے دونوں لڑکوں کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس آ کر دونوں سر سامنے رکھ دیئے۔ ابن زیاد نے اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے گھر کو کھدوا ڈالا۔ اور جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا تو رونے لگا اور کہا اگر ابن زیاد کو بھی حسین رضی اللہ عنہ سے برادری ہوتی تو ایسا نہ کرتا۔ قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے سے بلند ہونے تک دو مہینہ تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں خون آلود ہو گئی ہیں۔

سنابلی صاحب کی تحقیق پر ایک نظر....سنابلی صاحب نے اپنی اسی کتاب میں بطور خمیمہ ایک مضمون درج کیا ہے. جسمیں یزید کو رحمہ اللہ بھی لکھا ہے.. مضمون کا نام ہے..

حادثہ کربلا کی روداد...اسمیں سنابلی صاحب نے پانچ مراحل کا زکر کیا ہے اور پھر اسکا خلاصہ لکھا ہے میں اسکے اسکین پیپرز لگاؤنگا وہاں پڑھا جا سکتا ہے..یہ مضمون **50** صفحات پر محیط ہے....سنابلی صاحب کو اس کتاب میں محدثین سے ایک ہی شکایت رہی ہے کہ محدثین نے واقعہ کربلا کے عنوان پر شخصیتِ یزید کے بارے میں روایات کی تحقیق نھیں کی بلکہ ضعیف و موضوع روایات کے پیشِ نظر اپنا نظریہ بیان کیا ہے..اور یہ شکایت سنابلی صاحب نے امام احمد بن حنبل..امام ابنِ کثیر ...امام ابنِ تیمیہ..امام جوزی...امام ذھبی ..امام ابنِ حجر عسقلانی سے کی ہے..تو اس شکایت کا نتیجہ تو یہ ہونا چاھیئے تھا کہ سنابلی صاحب جب اس موضوع پر قلم اٹھائیں تو صرف صحیح و صریح روایات سے استدلال کریں.....تو اب دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی سنابلی صاحب نے اپنی تحقیق میں اس شکایت کا ازالہ کیا ہے جو شکایت وہ محدثین سے کر چکے ہیں...اس عنوان کی ابتداء میں حاشیہ میں سنابلی صاحب لکھتے ہیں. کہ میں جن روایات کو صحیح جانتا ہوں ان پر حکم بھی لکھدونگا اور جو روایات صحیح نھیں ان پر حکم نھیں لکھونگا.....اب سنابلی صاحب کی

اسی بات کو مدِ نظر رکھکر ہم انکا یہ مضمون پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کتنی روایاتِ صحیحہ سے سنابلی صاحب نے واقعہ بیان کیا ہے....اس مضمون میں روایات کا تزکرہ یوں ہے.

بخاری...**4** روایات.....مسلم شریف....**1**...روایت.....

تاریخ طبری....**18** روایات جنمیں سے دو پر صحیح کا حکم لگایا باقی پر کوئی حکم نھیں...

تاریخ ابنِ کثیر....**11** روایات جنمیں سے کسی ایک پر بھی حکم نھیں لگایا...

طبقات بن سعد...**5** روایات جنمیں سے کسی ایک پر بھی حکم نھیں لگایا...

فضائل الصحابہ ...**2** روایات ایک پر حسن اور ایک پر صحیح کا حکم لگایا...

معجم الکبیر للطبرانی..**1** روایت اور اس پر صحیح کا حکم لگایا...

ٹوٹل **42** روایات سنابلی صاحب نے اس مضمون میں لکھیں..اور کہا کہ صحیح پر حکم لگاؤنگا ضعیف پر حکم نھیں لگاؤنگا....اور اس مضمون میں بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب کی روایات میں سے صرف **5** روایات پر صحیح و حسن کا حکم لگایا...یعنی بخاری و مسلم ملا کر **10** روایات سنابلی صاحب کے اس مضمون میں انکے نزدیک قابلِ استدلال ہیں..اور **32** روایات خود سنابلی صاحب کے نزدیک ضعیف یا موضوع ہیں.... عجیب کہ **50**

صفحات میں **32** ضعیف و موضوع روایات سے واقعہ کربلا کو بیان کرنے والے محدثین پر نالاں ہیں کہ انھوں نے صحیح روایات کو پیشِ نظر نہیں رکھا.....

سنابلی صاحب کا لطیفہ.....اس مضمون میں سنابلی صاحب نے عجیب ہی روش دکھائی ہے کہ جسے پڑھکر ہنسی رکنے کو نہیں آتی اور یزید کے دفاع میں قانون کو پامال کرنے پر سخت افسوس ہوتا ہے.....سنابلی صاحب تاریخ طبری سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے تین شرائط عمر بن سعد کے سامنے پیش کیں اور پھر عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کے خط کو پڑھکر تعریفی کلمات کہے پھر ان کلمات سے سنابلی صاحب اجتہاداً کہتے ہیں. کہ اسکا مطلب ہے کہ ابنِ زیاد نے تیسری بات قبول کرکے امام حسین علیہ السلام کو اجازت دیدی....اور پھر اسی روایت پر حاشیہ بھی لکھتے ہیں کہ اس روایت کا آخری حصہ سبائیوں نے جھوٹ مخلوط کر دیا ہے...لہذا وہ قابلِ قبول نہیں.....اسمیں چند باتیں قابلِ توجہ ہیں...

1...سنابلی صاحب نے اس روایت پر حاشیہ میں کوئی حکم نہیں لگایا اور وہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ میں ضعیف روایت پر حکم نہیں لگاؤنگا....

2...پھر اسی ضعیف روایت سے استدلال بھی کیا... کیا سنابلی صاحب کا شکوہ محدثین سے یہی نہیں تھا کہ وہ ضعیف روایات سے استدلال کرتے ہیں..تو انکے جواب میں کتاب لکھی گئی اور اسی کتاب میں خود ضعیف روایت سے استدلال کیا گیا...

3...یہ دونوں روایات جسکا حوالہ سنابلی صاحب نے تاریخ طبری کا دیا..ہم اصل روایت تاریخ طبری سے مع سند نقل کرتے ہیں..یہ دونوں روایات ابو مخنف سے مروی ہیں..اور اسی کتاب میں سنابلی صاحب نے ایک روایت کو ضعیف کرنے کیلیئے تفصیل سے ابو مخنف پر جرح نقل کی... کہ وہ شیعہ کذاب و متروک ہے..لہذا اسکی روایت قبول نہیں ہے.. عجیب ہے کہ ابو مخنف جب امام حسین علیہ السلام کیلیئے یزید کی حقیقت بیان کرے تو وہ روایت قابلِ احتجاج نہیں ہے..لیکن وہی ابو مخنف جب ایسی بات بیان کرے کہ جس سے سنابلی صاحب یزید یا ابنِ زیاد کا دفاع کر سکتے ہیں تو وہ روایت قابلِ احتجاج بن جاتی ہے.....

4...سنابلی صاحب ابو مخنف کی آدھی روایت سے استدلال کرکے باقی آدھے حصہ کو کہ جسمیں ابنِ زیاد کی خباثت واضح ہوتی ہے اسے سبائیوں کی دخل اندازی و کذب و اتہام قرار دیتے ہیں..لیکن اسکی دلیل کیا ہے آیئے سنابلی صاحب سے سنتے ہیں.....وہ آگے اسکی دلیل میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کا آخری حصہ کہتا ہے کہ شمر بن ذوی الجوشن نے ابنِ زیاد کو

بھڑکایا تو اسنے امام حسین علیہ السلام کو اجازت نھیں دی...اب سنابلی صاحب کہتے ہیں کیا ابنِ زیاد کوئی بچہ تھا کہ شمر کے بھکانے سے بھک جائے..وہ ایک مدبر حکمران تھا.... اور دوسری بات کہ شمر امام حسین علیہ السلام کا رشتہ دار تھا تو اسکو کیا دشمنی ہو سکتی ہے کہ وہ بھڑکائے...لہذا چونکہ ابو مخنف نے ہی بیان کیا ہے کہ ابنِ زیاد نے اجازت دیدی تھی..لیکن سچ یھی معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ زیاد نے اجازت دیدی تھی.....

عجیب سے عجیب تر..... سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ جب ابومخنف کہے کہ ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو اجازت دیدی تھی..تو یہ سچ ہے لیکن جب یھی ابومخنف کہے کہ ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو اجازت نھیں دی تھی تو ہم کیسے مانیں وہ تو شیعہ و کذاب ہے....یعنی ایک بات میں سچا اور دوسری بات میں جھوٹا....سنابلی صاحب کو یہ منطق مبارک ہو....ضعیف راوی کی روایت کا ایک حصہ سچا ہے اور دوسرا حصہ جھوٹا.....

رشتہ داری..سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ شمر تو امام حسین علیہ السلام کا رشتہ دار تھا.. گویا سنابلی صاحب کہنا چاھتے ہیں کہ قابیل حضرت ھابیل کو کیسے شہید کر سکتا ہے وہ تو بھائی تھا...حضرت یوسف علیہ السلام کو انکے بھائی کیسے کنویں میں پھینک سکتے ہیں وہ تو بھائی تھے..ابولہب کیونکر نبی(ص) کو اذیت دے سکتا ہے وہ تو نبی(ص)کے

چچا تھے..نوح علیہ السلام و لوط علیہ السلام سے بھلا انکی اذاواج کی دشمنی کیونکر ہو سکتی ہے... جب انکی صراحت آیات میں ہے تو شمر کی دشمنی روایات میں ہے..اب اگر سنابلی صاحب کہیں کہ وہ روایات تو ابومخنف کی ہیں تو ہم کہتے ہیں پھر آپ جس روایت سے استدلال کر رہے ہیں وہ بھی تو ابومخنف کی ہی ہیں.ماننی ہیں تو دونوں باتیں مانیں نہیں ماننی تو دونوں کو نہ مانیں....

ابنِ زیاد مدبر...سنابلی صاحب کہتے ہیں ابنِ زیاد کوئی بچہ نہیں تھا کہ وہ بھکانے سے بھک جائے..لیکن یہی سنابلی صاحب اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ خوارج فتنہ پرور نے جب فتنہ پیدا کیا..اور عبد اللہ بن زبیر رض و محمد بن ابو بکر رض و عمار بن یاسر رض و ابوزر رض بھی اس فتنہ سے متاثر ہوگئے..اور اھلِ مدینہ بھی اس فتنہ سے متاثر ہوگئے.. کمال ہے سنابلی صاحب یعنی اصحاب و مدینہ کے تابعین آپکے نزدیک مدبر نہیں تھے.اور کیا وہ بچے تھے کہ سبائیوں کے بھکانے سے بھک گئے لیکن ابنِ زیاد ان سب سے زیادہ مدبر تھا... کیا یہی اصحاب کی تعظیم ہے..ابنِ زبیر رض و عمار بن یاسر و ابو زر و محمد بن ابو بکر رض اللہ اجمعین تو بھک جائیں بس ابنِ زیاد جس کو محدثین نے قاتلِ امام حسین علیہ السلام لکھا..جس کو خود سنابلی صاحب نے قاتلِ مسلم بن عقیل لکھا...جس نے مسلم بن عقیل کو نسب کی گالی دی. وہ ابنِ زیاد سنابلی صاحب کیلیئے نہ بچہ ہے نہ نادان بلکہ.مدبر و قابلِ ستائش ہے..

جَرىٰ بَيْنَ الْأَوَائِلِ مِمَّن لَيْسَ لَه مَرتَبَةٌ فِيْ الدِّيْنِ، فَكَيفَ فِيْ الْعَدَالَةِ!"[1]

"جب تم اپنے خلاف دینار و درہم تک کا دعویٰ اس وقت تک صحیح تسلیم نہیں کرتے، جب تک کہ مدعی عادل، تہمتوں سے پاک اور نفسانی خواہشات سے محفوظ نہ ہو تو پھر تم سلف کے احوال اور صحابہ کرام کے مابین ہونے والے واقعات کے متعلق ان لوگوں کی روایت کس طرح قبول کر لیتے ہو، جن کی عدالت تو کجا، سرے سے جن کا دین ہی میں کوئی مقام نہیں ہے؟!"

لہٰذا کربلا کی وہ روایات قطعاً قابلِ قبول نہیں ہیں، جو شانِ صحابیت اور تابعین کے بلند معیار پر پورا نہیں اترتیں، خواہ ان کا تعلق حسین رضی اللہ عنہ سے ہو یا یزید سے، علاوہ بریں کربلا کی روایات میں ایک مجموعہ روایات ایسا بھی ہے، جس سے نہ تو حسین رضی اللہ عنہ پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ یزید ہی کی کردار کشی ہوتی ہے، بلکہ اس مجموعہ روایات کی رو سے وہ تمام تر الزامات لغو قرار پاتے ہیں، جو ایک دوسرے مجموعہ روایات کو بنیاد بنا کر حسین رضی اللہ عنہ یا یزید رحمہ اللہ پر عائد کیے جاتے ہیں۔

اگر روایاتِ کربلا کی حقیقت و نوعیت کو سمجھ کر اور صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کی عظمت و فضیلت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سنجیدگی سے غور کیا جائے تو ان روایات سے متعلق معتدل موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی اعتبار سے ان کا صرف وہ حصہ قبول کیا جائے، جو شانِ صحابیت اور تابعین و اسلاف کے معیار پر پورا اترتا اور ان کے مجموعی طرزِ عمل سے مناسبت رکھتا ہو، قطع نظر اس بات کے کہ ان کا تعلق حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے ہے یا یزید رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب سے متعلق[2]۔

حادثہ کربلا کی روداد

گذشتہ سطور میں روایاتِ کربلا سے متعلق جو موقف پیش کیا گیا ہے، اس روشنی میں حادثۂ کربلا کی روداد ملاحظہ ہو۔ اس حادثے کے واقعات کو ہم درج ذیل پانچ مرحلوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

- پہلا مرحلہ: قیام مدینہ۔
- دوسرا مرحلہ: قیام مکہ۔
- تیسرا مرحلہ: کوفہ روانگی۔

[1] العواصم من القواصم، ط: الأوقاف السعودية (ص: ٢٥٢)

[2] یاد رہے یہ موقف صرف ان تاریخی روایات سے متعلق ہے جو اصول حدیث کے معیار پر صحیح نہیں ہیں لیکن جو روایات سندا صحیح وثابت ہوں وہ ہر حال میں مقبول ہوں گی۔ روداد کربلا میں بعض روایات سندا صحیح وثابت بھی ہیں، ایسی روایات نقل کرنے کے بعد ہم نے ان کی صحت واضح کر دی ہیں اور جو روایات سندا صحیح نہیں ہیں وہاں ہم نے کوئی حکم نہیں لگایا ہے۔

- چوتھا مرحلہ: دمشق روانگی۔
- پانچواں مرحلہ: نزولِ کربلا اور وقوع حادثہ۔

خلاصہ روداد

پہلا مرحلہ: قیامِ مدینہ:

یزید کے خلیفہ بننے کے بعد حسین رضی اللہ عنہ مدینے میں تھے۔ آپ سے بیعتِ یزید کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے اگلے دن مجمع عام میں بیت کرنے کی خواہش ظاہر کی، تاکہ یہ بات سب کے علم میں آجائے، لیکن اگلے دن حکام آپ کے پاس نہ پہنچ سکے، پھر اس کے بعد حسین رضی اللہ عنہ عمرہ وغیرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوگئے۔

دوسرا مرحلہ: قیامِ مکہ:

مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ پہنچے اور کوفیوں نے سنا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے ابھی تک بیعت نہیں کی ہے تو ان کوفیوں نے حسین رضی اللہ عنہ کا استعمال کرکے ایک بار پھر اُمت میں خون ریزی کا پروگرام بنایا اور اس کی خاطر حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے کہ آپ ہمارے پاس آجائیں، ہم آپ ہی کو خلیفہ مانیں گے۔

[1] صحيح البخاري (٧/ ٨)

حسین رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر خطرے کی بو سونگھ لی اور فیصلہ کیا کہ اہلِ کوفہ جس برے اقدام کا ارادہ رکھتے ہیں، انھیں اس اقدام سے روکنا چاہیے اور ان کی اصلاح کرنی چاہیے، تاکہ امت میں اتحاد و اتفاق باقی رہے اور کسی قسم کا فتنہ رونما نہ ہو، اس غرض سے آپ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا۔ آپ کی نیت اگرچہ نیک اور مخلصانہ تھی، مگر اہلِ کوفہ کو کنٹرول کرنا آسان کام نہیں تھا، اسی لیے خیرخواہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ آپ نے بھی ان مشوروں میں وزن محسوس کیا اور کوفہ کی صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو شروع شروع میں اہلِ کوفہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ یہ دیکھ کر مسلم بن عقیل نے حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ دیا کہ آپ آسکتے ہیں۔ خط ملتے ہی حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

تیسرا مرحلہ: کوفہ روانگی:

آپ کوفہ روانہ ہوئے اور ادھر اہلِ کوفہ نے مسلم بن عقیل پر دباؤ ڈال کر اُن سے عبیداللہ بن زیاد کو قتل کروانا چاہا، لیکن کامیاب نہ ہوئے، پھر اہلِ کوفہ نے مسلم بن عقیل کی امارت میں ایک لشکر تیار کیا اور گورنر ہاؤس پر حملہ کر دیا اور عین وقت پر مسلم بن عقیل کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے، پھر مسلم بن عقیل گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے۔ حسین رضی اللہ عنہ راستے ہی میں تھے کہ انھیں اس قتل کی خبر ملی۔ یہ خبر ملتے ہی آپ نے واپسی کا فیصلہ کیا، لیکن جو کوفی آپ کو مکہ سے لینے کے لیے آئے تھے، انھوں نے ایک طرف تو مسلم بن عقیل کے بھائیوں کو انتقام کا نعرہ دیا اور دوسری طرف حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں، آپ کا مقام ومرتبہ کچھ اور ہے، آپ چلیں، آپ کے ساتھ خیر کا سلوک ہوگا۔ مجبوراً حسین رضی اللہ عنہ کو سفر جاری رکھنا پڑا۔

کوفہ کے قریب پہنچے تو بعض اعرابیوں سے معلوم ہوا کہ کوفہ کے حالات انتہائی نازک ہیں اور وہاں جانا بہت خطرناک ہے۔ یہ سن کر حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی راہ چھوڑ کر سیدھا دمشق جانے کی ٹھان لی، جہاں یزید بن معاویہ موجود تھے۔

چوتھا مرحلہ: دمشق روانگی:

دمشق کی طرف حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ روانہ ہوگیا، تھوڑی دور چلنے کے بعد حر بن یزید راستے میں ملا

تو اس نے اصرار کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اس کے ہمراہ کوفہ چلیں، لیکن حسین رضی اللہ عنہ نے تسلیم نہیں کیا اور شام کی جانب سفر جاری رکھا۔ آگے کربلا کے مقام پر پہنچے تو عمر بن سعد اور اس کے سپاہیوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔

پانچواں مرحلہ: نزولِ کربلا اور وقوعِ حادثہ:

عمر بن سعد کے سامنے حسین رضی اللہ عنہ نے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ عمر بن سعد اس پر بہت خوش ہوئے، انھوں نے ان کی یہ بات منظور کر لی اور عبیداللہ بن زیاد سے اس کی اجازت بھی لے لی۔

کوفی سبائیوں نے جب یہ دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس بیعت کے لیے جا رہے ہیں اور اُن کے خطوط بھی ان کے پاس موجود ہیں تو انھوں نے ہنگامہ برپا کر کے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

سنابلی صاحب نے ایک روایت سے استدلال کرکے حاشیہ نمبر **3** میں کیا لکھا.

يَدِي فِيْ يَدِهٖ، وَأَرسَلَ إِلٰى ابْنِ زِيَاد بِذٰلِك"[1]

"حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر بن سعد! میری تین باتوں میں سے کوئی ایک قبول کر لو: ① مجھے چھوڑ دو، تاکہ میں جہاں سے آیا ہوں، وہیں واپس چلا جاؤں۔ ② اگر یہ منظور نہیں تو مجھے سرحد پر بھیج دو، میں دشمنوں کے ساتھ جہاد کروں گا، یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔ ③ اگر یہ بھی منظور نہیں تو مجھے یزید (طبری میں ہے: امیر المومنین یزید) کے پاس بھیج دیں (جانے دیں نہیں، بلکہ "بھیج دیں" یعنی چند سپاہیوں کی حفاظت میں بھیج دیں) تاکہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھ دوں۔ عمر بن سعد رحمہ اللہ نے حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تینوں تجاویز لکھ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس روانہ کر دیں۔"

عبیداللہ بن زیاد نے جب اسے پڑھا تو فوراً بول اُٹھا:

"هٰذَا كِتَابُ رَجُلٍ نَاصِحٍ لِأَمِيْرِه مُشفِق عَلٰى قَومِه، نَعَمْ قَدْ قَبِلتُ"[2]

"یہ ایسے شخص کا خط ہے، جو امیر المومنین کا خیرخواہ اور امتِ مسلمہ پر مہربان ہے۔ ٹھیک ہے میں نے ان کی بات قبول کی۔"[3]

یعنی ابن زیاد نے تیسری بات کی منظوری دے دی کہ انھیں بہ حفاظت یزید کے پاس بھیج دیا جائے، کیوں کہ بعض روایات کے مطابق حسین رضی اللہ عنہ نے اللہ کا واسطہ دے کر اس کا مطالبہ کیا تھا۔ (كما سيأتي بسند صحيح) نیز یزید کے پاس جا کر حسین رضی اللہ عنہ یزید کی براہِ راست بیعت بھی کر لیتے اور تمام حالات سے انھیں باخبر بھی کر دیتے۔

کوفیوں نے جب دیکھا کہ ابن زیاد نے آپ کو دمشق جانے کی اجازت دے دی ہے، آپ دمشق یزید کے پاس جا رہے ہیں اور ظاہر ہے یزید تمام معاملات سے آگاہ ہوں گے، پھر اُن تمام لوگوں کے لیے خطرہ ہو سکتا ہے، جنھوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو خلافت کی دعوت دی تھی اور خفیہ طور پر

---

[1] المحاسن والمساوئ للبيهقي (ص: ٢٨) تاريخ الطبري (٣/ ٣١٣)

[2] تاريخ الطبري (٣/ ٣١٣)

[3] اس کے آگے سبائیوں نے اس روایت میں یہ آمیزش کی ہے کہ عبیداللہ بن زیاد کے اس فیصلے کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے اسے بہکایا، جس کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔ یقیناً یہ افترا اس روایت میں سبائی پیوندکاری ہے۔ اس کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

اس روایت کا راوی ابو مخنف ہے ((تاریخ طبری)).

قال أبو مخنف : فأما عبد الرحمن بن جندَب فحدّثني عن عقبة بن سِمْعانَ قال : صحبتُ حسيناً فخرجتُ معه من المدينة إلى مكة ، ومن مكّة إلى

العراق ، ولم أفارقْه حتى قتل ، وليس من مخاطبته الناسَ كلمة بالمدينة ولا بمكة ولا في الطريق ولا بالعراق ولا في عسكر إلى يوم مقتله إلا وقد سمعتُها . ألا والله ما أعطاهم ما يتذاكر الناس وما يزعمون ؛ من أن يضع يده في يد يزيد بن معاوية ، ولا أن يسيّروه إلى ثغر من ثغور المسلمين ، ولكنه قال : دعوني فلأذْهَبْ في هذه الأرض العريضة حتى ننظرَ ما يصير أمرُ الناس .

قال أبو مخنف : حدّثني المجالد بن سعيد الهمْدانيّ والصّقعب بن زهير ، أنهما كانا التقَيَا مراراً ثلاثاً أو أربعاً ؛ حسين وعمر بن سعد ؛ قال : فكتب عمر ابن سعد إلى عُبيد الله بن زياد : أما بعد ، فإن الله قد أطفأ النائرة ، وجَمَعَ الكلمة ، وأصلَحَ أمر الأمة ، هذا حسين قد أعطاني أن يرجع إلى المكان الذي منه أتَى ، أو أن نسيّره إلى أيّ ثغر من ثغور المسلمين شئنا ، فيكونَ رجلاً من المسلمين له ما لَهم ، وعليه ما عليهم ، أو أن يأتيَ يزيد أمير المؤمنين فيضع يده في يده ، فيرى فيما بينه وبينه رأيه ، وفي هذا لكم رضًا ، وللأمة صلاحٌ . قال : فلما قرأ عبيد الله الكتاب قال : هذا كتاب رجل ناصح لأميره ، مشفِق على قومِه ، نعمْ قد قبلتُ . قال : فقام إليه شمر بن ذي الجوشن ، فقال : أتقبل هذا منه وقد نزل بأرضك إلى جنبك ! والله لئن رحل من بلدك ، ولم يضع يده في يدك ، ليكونن أولى بالقوّة والعزّة ولتكونن أولى بالضّعف والعجز ، فلا تُعطِه هذه المنزلَة فإنها من الوَهَن ، ولكن لينزل على حكمك هو وأصحابه ، فإن عاقبتَ فأنت ولِيّ العقوبة ، وإن غفرتَ كان ذلك لك ، والله لقد بلغني أنّ حسيناً وعمر بن سعد يجلسان بين العسكرين فيتحدّثان عامّة الليل ، فقال له ابن زياد : نِعْمَ ما رأيتَ ! الرأيُ رأيُك .

٢/٣١٥

قال أبو مخنف : فحدّثني سليمان بن أبي راشد ، عن حميد بن مسلم ، قال : ثمّ إنّ عبيد الله بن زياد دعا شَمِر بنَ ذي الجَوْشن فقال له : اخرجْ بهذا الكتاب إلى عُمَر بن سعد فلْيعرض على الحسين وأصحابه النزولَ على حُكمي ، فإن فعلوا فليبعث بهم إليّ سلمًا ، وإن هم أبَوا فليقاتلْهم ، فإن فعل فاسمع له وأطع ، وإن هو أبى فقاتِلهم ، فأنت أمير الناس ، وثِبْ عليه فاضرب عنقه ، وابعث إليّ برأسه .

٢/٣١٦

ابو مخنف اور اسکی روایت کی حیثیت سنابلی صاحب کی نظر میں(سنابلی)

❁ ''ابومخنف''۔ یہ لوط بن یحییٰ ابومخنف غامدی شیعہ اور کذاب ہے۔

❁ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷) نے کہا:

''متروك الحديث''[1] ''یہ متروک الحدیث ہے۔''

❁ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۷) نے کہا:

''أبو مخنف وأبو مريم وعمرو بن شمر ليسوا هم بشيء''[2]

''ابومخنف، ابومریم اور عمرو بن شمر کی کوئی حیثیت نہیں۔''

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵) نے کہا:

''شيعي محترق صاحب أخبارهم''[3] ''یہ کٹر شیعہ اور شیعوں کا مورخ ہے۔''

❁ امام اسماعیل الاصبہانی، الملقب بقوام السنۃ (المتوفی: ۵۳۵) نے کہا:

''فَأَما مَا رَوَاهُ أَبُو مخنف وَغَيره من الروافض فَلَا اعْتِمَاد بروايتهم''[4]

''ابومخنف وغیرہ روافض نے جو روایت کیا ہے، وہ ناقابلِ اعتماد ہیں۔''

❁ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۹۷) نے کہا:

''وفي حَدِيث ابْن عَبَّاس: أَبُو صَالح الْكَلْبِيّ وَأَبُو مخنف، وَكلهمْ كذابون''[5]

''ابن عباس والی روایت میں ابو صالح اور ابومخنف ہے اور یہ سب کے سب کذاب ہیں۔''

---

[1] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم (۷/ ۱۸۲)

[2] تاريخ ابن معين. رواية الدوري (۳/ ۴۳۹)

[3] الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي (۷/ ۲۴۱)

[4] الحجة في بيان المحجة لقوام السنة (۲/ ۵۶۸)

[5] الموضوعات لابن الجوزي (۱/ ۴۰۶)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۲۸) نے کہا:

''لوط بن يحيىٰ وهشام بن محمد بن السائب وأمثالهما من المعروفين بالكذب''[1]

''لوط بن یحییٰ (ابومخنف)، ہشام بن محمد بن السائب اور ان جیسے لوگ جو جھوٹے ہونے میں معروف ہیں۔''

❁ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸) نے کہا:

''لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخباري تالف، لا يوثق به''[2]

''لوط بن یحییٰ ابومخنف، یہ اخباری، متروک اور ناقابلِ اعتماد ہے۔''

❁ دوسرے مقام پر کہا:

''أبو مخنف۔اسمه: لوط بن يحيى۔ هالك''[3]

''ابومخنف اس کا نام لوط بن یحییٰ ہے، یہ ہالک ہے۔''

❁ امام ابن العراق الکنانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۶۳) نے کہا:

''لوط بن يحيىٰ أبو مخنف كذاب تالف''[4]

''لوط بن یحییٰ ابومخنف یہ کذاب اور متروک ہے۔''

ابنِ زیاد مدبر تھا بچہ نہیں تھا جو بھٹک جائے (سنابلی)

③ عبیداللہ بن زیاد:

کہا جاتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی تو ابن زیاد نے یہ شرط لگا دی کہ حسین رضی اللہ عنہ پہلے میری بیعت کریں، پھر یزید کے پاس جانے کی اجازت ملے گی، اس پر حسین رضی اللہ عنہ تیار نہ ہوئے، جس پر لڑائی چھڑ گئی اور نتیجے میں یہ حادثہ پیش آیا۔

اس بات کو بیان کرنے والا ابومخنف ہے، جو کذاب اور رافضی ہے اور اسی کذاب نے پہلے یہ بیان کیا کہ عبیداللہ بن زیاد نے جب حسین رضی اللہ عنہ کے مطالبے پڑھے تو اس نے منظور کر لیا اور یزید کے پاس جانے کی اجازت دے دی، چناں چہ یہ نقل کرتا ہے:

"فلما قرأَ عُبَيْدُ اللَّهِ الكتابَ قَالَ: هَذَا كتاب رجلٍ ناصحٍ لأميره، مشفقٍ عَلىٰ قومه، نعم قَدْ قبلتُ"[1]

[1] تاريخ الطبري (٥/ ٤١٤)

"عبیداللہ بن زیاد، حسین رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر پکار اُٹھا کہ یہ تو ایسے شخص کا خط ہے، جو اپنے خلیفہ کا خیر خواہ اور اپنی قوم پر شفیق ہے، مجھے حسین رضی اللہ عنہ کی بات منظور ہے۔"

اس کے بعد ابومخنف کہتا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد کی منظوری کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے اسے بہکایا، جس کے بعد ابن زیاد نے یہ فیصلہ بدل دیا۔

عرض ہے کہ عبیداللہ بن زیاد ایک مدبر حکمران تھا۔ وہ کوئی بچہ تو نہیں تھا کہ شمر کے بہکانے سے بہک جائے، نیز شمر بن ذی الجوشن حسین رضی اللہ عنہ کا رشتے دار ہے اور جنگِ صفین میں یہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔[1] پھر کیوں کر ممکن ہے کہ اس قرابت اور رشتے داری کے باوجود شمر بن ذی الجوشن نے حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن زیاد کو بھڑکایا ہو؟ مزید یہ کہ شمر بن ذی الجوشن اور حسین رضی اللہ عنہ کے بیچ کسی دشمنی کا کوئی ادنیٰ سراغ بھی کتبِ تاریخ میں نہیں ملتا، حتی کہ کسی موضوع روایت میں بھی نہیں، پھر کیا وجہ تھی کہ شمر بن ذی الجوشن حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن زیاد کو بہکائے؟

صاف معلوم ہوتا کہ سچائی صرف اتنی ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے منظوری دے دی تھی اور حسین رضی اللہ عنہ شام کی طرف یزید کے پاس روانہ ہونے والے تھے، لیکن کوفی سبائیوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی اور حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ اب اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ابومخنف کذاب نے یہ جھوٹ گھڑا کہ شمر بن ذی الجوشن کے کہنے پر ابن زیاد نے اپنی بات بدل دی، تاکہ الزام اہلِ کوفہ پر نہ آئے۔

یاد رہے کہ سچ میں جھوٹ کو اس باریکی سے ملانا کہ بات کچھ سے کچھ ہو جائے، کذابوں اور

ابنِ زبیر رض و عمار بن یاسر رض و ابو زر رض و محمد بن ابوبکر رض بھک گئے (سنابلی)

دراز سے خوارج اور فتنہ پرداز مکہ پہنچ کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حکومتِ وقت کے خلاف بھڑکانے لگے، بالآخر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کی باتوں میں آ گئے اور ان کی خاموش مخالفت ایک سرگرم تحریک بن گئی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو "عائذ بیت اللہ" کا لقب دیا گیا اور اس طرح اپنی روحانی طاقت کو بیت اللہ کے سہارے محفوظ کر دیا گیا۔

اب وقت آ گیا تھا کہ کہیں سے فتنے کی آگ بھڑکائی شروع کی جائے۔ عراق جو ہمیشہ سے ان فتنہ پردازوں کا مرکز رہا ہے، وہاں پر عبیداللہ بن زیاد مسلط تھا، جو کسی بھی فتنے کو کچلنے میں ذرہ

برابر بھی رعایت نہ کرتا تھا، اس لیے ان لوگوں نے نئے فتنے کی شروعات کے لیے مدینے کا انتخاب کیا۔

شروعات انھوں نے حاکمِ مدینہ عثمان بن محمد کے ساتھیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ سے کی۔ ابتدا میں عثمان بن محمد نے انھیں نظر انداز کیا اور انھیں نصیحت کی، لیکن یہ لوگ باز نہیں آئے، بالآخر عثمان بن محمد نے ان شرارتوں کی رپوٹ یزید کو دی اور یزید نے ان لوگوں کو سخت وارننگ دی۔ یزید کی اس تنبیہ کو ظالموں نے دوسرا رنگ دے دیا اور مدینے کے کچھ بھولے بھالے لوگوں کو بھی یزید کے خلاف بھڑکایا اور یزید پر شراب نوشی، ترکِ صلاۃ اور نہ جانے کیسے کیسے اتہامات باندھے۔ کچھ سادہ لوح مسلمان ان سے اسی طرح دھوکا کھا گئے، جیسے شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ اور جمل وصفین کے موقع پر انھیں دھوکا ہوا تھا۔

پھر کیا تھا، مدینے میں ان شرپسندوں کی ایک پوری جماعت بن گئی اور انھوں نے جھوٹ، مکاری اور چالبازی سے بعض شریف لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب ان سب نے مل کر یزید کی مخالفت کا اعلان کر دیا، ان کی بیعت توڑ دی، اسی پر بس نہیں، بلکہ یزید کی طرف سے مدینے پر بنائے گئے حاکم عثمان بن محمد کو ذلیل کر کے مدینے سے باہر نکال دیا، نیز بنو اُمیہ کو بھی شہر بدر کر دیا اور پورے مدینے میں خوف ودہشت کا ماحول برپا کر دیا۔

مدینے کی بے حرمتی اور اہلِ مدینہ کو خوف و دہشت میں مبتلا کرنا، یہ دشمنانِ اسلام کی کوئی پہلی حرکت نہیں تھی، بلکہ انھیں کے آبا و اجداد نے اس سے قبل عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نہ صرف مدینے کی حرمت پامال کی، بلکہ خلیفہ وقت اور عظیم صحابی عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل بھی کر ڈالا۔ واقعہ حرہ میں بھی تقریباً یہی تاریخ دہرائی گئی۔ اصل سازش دشمنانِ اسلام کی تھی، لیکن ان درندوں کی مکاری وچالبازی سے کچھ بھولے بھولے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ عین یہی حرکت ان کے آبا و اجداد نے کی تھی، چناں چہ خلیفہ وقت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفت میں سبائیوں کی کذب بیانی اور سازش سے بعض صحابہ مثلاً عمار بن یاسر اور ابو ذر رضی اللہ عنہ بھی متاثر ہوئے، حتیٰ کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اور ان کے قتل تک کی سازش میں خلیفہ اول کے بیٹے محمد بن ابی بکر کو بھی ان ظالموں نے بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ کر لیا تھا۔

اب جن کی سازش کا حال یہ ہو کہ ان کے بہکاوے میں آ کر خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بھی خلیفہ سوم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مخالف بن جائیں، بلکہ ان کے قتل پر بھی آمادہ ہو جائیں اور ابو ذر رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ ان کی تحریک سے متاثر ہو جائیں، ایسے لوگوں کی سازش کا

حادثہ کربلا کی روداد میں سنابلی صاحب کی صحیح روایات کا جائزہ.....

بخاری و مسلم و فضائل الصحابہ...سنابلی صاحب نے صحیح بخاری کی دو اور مسلم کی ایک اور فضائل الصحابہ کی ایک روایت سے ثابت کیا کہ علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رض کی بیعت چھ مھینے بعد مسجد میں کی تھی..اور استدلال کیا کہ امام حسین علیہ السلام نے بھی تنھائی میں بیعت نھیں کی اور چھ مھینے نھیں کی.....ہم سنابلی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ علی علیہ السلام کے اس فعل کو کیا ایک قانون تسلیم کیاجائے کہ اب ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ مسجد میں ہی سب کے سامنے بیعت کرے اور چھ مھینے بعد بیعت کرے.اگر یہ قانون نھیں تو پھر امام حسین علیہ السلام کو اس قانون کا پابند قرار نھیں دیا جا سکتا...

دوسری بات کہ علی علیہ السلام نے حضرت ابو بکر رض کی بیعت چھ مھینے تک اگر نھیں کی تو اسکی وجہ بھی سب جانتے ہیں کہ دونوں میں باہمی اختلاف تھا ...لہذا اب سنابلی صاحب بھی بتائیں کہ امام حسین علیہ السلام اور یزید میں کونسا اختلاف تھا کہ جسکی بنا پر بیعت نھیں کی گئی....اور حضرت علی علیہ السلام نے بیعت میں تاخیر کی وجہ خود بیان کی جو بیعت والی روایت میں ہی درج ہے..اب سنابلی صاحب بتائیں

کہ جس روایت سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت پر آمادہ ہوگئے تھے تو پھر وہاں امام حسین علیہ السلام نے تاخیر کی وجہ کیا بیان کی....

تیسری بات یہ ہے کہ جب علی علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ منہ موڑ رہے ہیں یعنی اختلاف و افتراق بڑھ رہا ہے تو انھوں نے بیعت پر آمادگی کا اظہار کیا اور حضرت ابو بکر رض کو اپنے پاس بلوایا...لیکن امام حسین علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے کیوجہ سے لوگ حکومت کو منہدم کرنے کے درپے تھے جب امام حسین علیہ السلام کو خطوط کے ذریعہ اس بات کا علم ہوا اور مسلم بن عقیل کے ذریعہ اس بات کا یقین حاصل ہو گیا تو پھر بھی امام حسین علیہ السلام نے بیعت نہیں کی...اگر یہ سیرتِ علی علیہ السلام پر ہی اس مسئلہ میں چل رہے تھے تو انھیں فوراً مکہ میں ہی بیعت کر لینی چاہیئے تھی..جو کہ نہیں کی.....لہذا ان دونوں واقعات کو آپسمیں ملایا نہیں جا سکتا....یہ جداگانہ ابحاث ہیں.....

بخاری و فضائل الصحابہ....سنابلی صاحب نے دونوں کتابوں سے ایک ایک روایت پیش کی ایک سند صحیح اور ایک کی حسن قرار دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض و حضرت سکینہ سلام اللہ علیھا نے کوفیوں کو امام حسین علیہ السلام کا قاتل قرار دیا..اور اس سنابلی صاحب نے یزید کو بری کرنیکی کوشش کی...لیکن کوفیوں کے قاتل ہونے سے یزید بری نہیں ہو سکتا.. کیونکہ اوپر صحیح السند روایت جسے سنابلی صاحب نے صحیح قرار دیا اس سے ثابت

ہو گیا کہ ابنِ زیاد نے ہی اپنی فوج کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کو شہید کروایا.. اور اسکی فوج میں کوفی موجود تھے...خاص کے بعد عام سے دلیل لینا باطل ہے...یعنی جن روایات سے کوفیوں کا جرم ثابت ہوتا ہے وہیں ان کوفیوں کی تخصیص صحیح روایات سے ہو گئی کہ وہ کوفی حکومت کے کارندے تھے جو ابنِ زیاد کے حکم سے ایسا کر رہے تھے.. صحیح روایت و دس محدثین کے کلام کو ہمنے اوپر نقل کر دیا ہے...اور ابنِ زیاد کا امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا حکم دینا ہی یزید کی رضامندی ہے اس پر بحث اوپر ہو چکی ہے.... الحمد للہ...

طبری کی دو روایات.....سنابلی صاحب نے طبری سے دو روایات پیش کیں کہ امام حسین علیہ السلام دمشق جا کر یزید سے بیعت کرنا چاہتے تھے...ہمنے اوپر دونوں روایات کو منقطع ضعیف ثابت کر دیا.....اور متن کو دیکھیں تو جب امام حسین علیہ السلام بیعت ہی کرنا چاہتے تھے تو ابنِ زیاد نے امام حسین علیہ السلام شہید کرنے کا حکم کیوں دیا.. جبکہ یہ صحیح سند سے ثابت ہے...اور جب بیعت ہی کرنا چاہتے تھے تو یزید کی حکومت تو مستحکم ہو جاتی اور وہ آلِ نبی(ص) کا محب بھی قرار پاتا لہذا اس نے ابنِ زیاد سے بازپرس کیوں نہ کی کہ تمنے شہید کروا کر میری حکومت کو کمزور اور عوام کو میرے مخالف کیوں بنایا ....جبکہ بیعت سے عوام میری حامی اور میری حکومت مضبوط ہوتی...لہذا ان حقائق کے پیشِ نظر بیعت کرنے کا تصور ہی باطل ہے.....

معجم الطبرانی کی روایت.... سنابلی صاحب نے معجم الطبرانی کی روایت کو صحیح کہا..اسمیں حضرت عبد اللہ بن عباس رض و امام حسین علیہ السلام کی گفتگو درج ہے جسے اوپر اسی مقالہ میں نقل کر دیا گیا ہے. کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھتر ہے میں فلاں فلاں جگہ شہید ہو جاؤں بجائے اس کے کہ مکہ کی حرمت پامال ہو.....تو اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ حاکم مجھے شہید کرنا چاھتے ہیں..یھاں خطرہ کوفیوں سے نھیں تھا.. کیونکہ وہ تو امام علیہ السلام کو بیعت کیلیے بلا رہے تھے..اور مسلم بن عقیل کیطرف سے انکے مخلص ہونے کی اطلاح بھی امام حسین علیہ السلام کو پھنچ چکی تھی...لہذا ابھی تک کوفی تو محافظ ہی تھے..البتہ حکومت دشمن تھی....

بخاری شریف... اسمیں سنابلی صاحب نے حضرت عبد اللہ بن عمر رض کا قول پیش کیا کہ یزید کی بیعت سے ہاتھ نہ اٹھاو..اس قول پر انشاءاللہ ہم اگلے مضمون میں گفتگو کرینگے.. سرِدست عرض ہے کہ سردارِ بھشت نے یزید کی حکومت کو تسلیم نھیں کیا...یھی عبد اللہ بن عمر رض امام حسین علیہ السلام سے مکہ سے کوفہ کیطرف ہجرت سے قبل مل چکے تھے.. سنابلی صاحب کسی ایک صحیح روایت سے ثابت کر دیں.. کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے امام حسین علیہ السلام کو یزید کی بیعت کی دعوت دی ہو..اسکا مطلب ہے وہ بھی جانتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کو شہید ہونا گوارا ہے..لیکن یزید کی بیعت

وہ کبھی نہیں کر سکتے.. المختصر اگر بہشتی سے یزید کی بیعت ثابت ہے تو سردارِ بہشت سے یزید کی حکومت کا غیر شرعی ہونا ثابت ہے...اور سردارِ بہشت کی شہادت کے حق ہونے کی دلیل حدیثِ مبارک ہے.((سلسلۃ الاحادیث الصحیحیہ امام البانی))... جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت حق کے دفاع میں ہوئی اور وہ یزید کے حکم سے ہوئی تو وحی سے معلوم ہو گیا.. کہ یزید باطل تھا...اسی لیئے اسکی حکومت کیخلاف امام حسین علیہ السلام کا اقدام حق قرار پایا..... تو حضرت عبد اللہ بن عمر رض کے فعل کو انکا اجتہاد قرار دیا جائیگا...جبکہ امام حسین علیہ السلام کے حق پر شہید ہونے کی وضاحت احادیثِ مبارکہ میں ہے..یعنی نص موجود ہے.... اور نص کے ہوتے ہوئے کسی کا اجتہاد دلیلِ شرعی نہیں کہلاتا..

ناصبیوں کا اعتراض... ناصبی کہتے ہیں اگر امام حسین علیہ السلام کا اقدام حق تھا تو صحابہ نے ساتھ کیوں نہ دیا..ہم جواباً کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے حق پر شہید ہونے میں نص موجود ہے.تو پھر نص کو کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں ہوتی.. دوسری بات اگر اصحاب نے حضرت عثمان رض کے دفاع میں تلواریں میان سے نہیں نکالیں تو اسکیوجہ یعنی مصلحت تلاش کیجائے گی..نہ کہ یہ کہاجائے گا کہ اگر حضرت عثمان رض حق پر تھے تو صحابہ نے دفاع کیوں نہ کیا.اور شہادت سے بچا کیوں نہ لیا..تیسری بات کہ امام حسین علیہ السلام کیساتھ اصحاب موجود تھے..انشاءاللہ اگلے مضمون میں ہم انکی نشاندھی کرینگے..